امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، یادوں کے چراغ
■ مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
■ اسلام میں طلاق کا قانون......
■ مذہبی آزادی اور اسلامی..........
■ انشائیہ نگاری۔فن اور روایات
■ غزوۂ احد؛ ایک جائزہ
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، ہفتہ رفتہ

جلد نمبر 62/72 | مورخہ ۱۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ مطابق ۵ دسمبر ۲۰۲۲ء بروز سوموار | شمارہ نمبر 46

بین السطور

ترقی درجات کا الٰہی نسخہ - ایمان وعلم

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

قوموں کے عروج وزوال میں تعلیم وتربیت کی جو اہمیت اور حصہ رہا ہے، اس کے لیے اتنی بات کا سمجھ لینا کافی ہے کہ اسی علم کی بنیاد پر فرشتوں سے حضرت آدمؑ کو سجدہ کروایا گیا، اور حضرت آدم کو تمام انسانوں کا باپ اور پہلا نبی بنا کر انہیں تربیت کے کاموں پر مامور کیا گیا، اللہ رب العزت نے بیان کیا کہ علم والے اور بے علم برابر نہیں ہیں، جس طرح تاریکی اور روشنی برابر نہیں ہوا کرتے، قرآن کریم میں عروج کا جو نسخہ بنی آدم کے لیے اللہ رب العزت نے طے کیا، اس میں ایمان اور علم کو رفع درجات کا ذریعہ بتایا، سورۃ عصر میں انسان کو گھاٹے سے نکالنے والی چیز ایمان کو قرار دیا جو اللہ رب العزت اور رسالت پر اس کے تمام اوصاف اور خصوصی معتقدات پر ایقان واعتماد کا نام ہے، یہ ایقان واعتماد بغیر علم کے ممکن نہیں، ایمان کے ساتھ عمل صالح کا مزاج تربیت سے بنا کرتا ہے، حق پر ثبات اور صبر پر استقامت ہی اس تربیت کا حاصل ہے، جو انبیاء کرام لے کر کے آئے، اللہ رب العزت نے ایمان اور عمل صالح پر جمنے والے بندے کے لیے خلافت ارضی کا اعلان کیا اور فرمایا کہ ہم انہیں ضرور بالضرور زمین میں خلیفہ بنائیں گے، جیسا پہلی قوموں کو ہم نے خلافت دی تھی، اللہ ان کے لیے جس دین پر راضی رہا اس پر استقامت عطا فرمائی اور خوف ودہشت کے ماحول کو پُر امن بنا دیا، قومیں جب تک ایمان، عمل صالح کے ساتھ زندگی گذارتی رہیں، انہیں عروج رہا اور جب ان کے اندر ایمانی، اعتقادی، علمی اور اخلاقی زوال نے آلیا تو ان کا زوال شروع ہو گیا، دنیا کی تاریخ یہی بتاتی ہے اور یہ سب سے بڑی سچائی ہے، تمام انبیاء کی حیات وخدمات کا مطالعہ کریں تو اندازہ ہوگا کہ ہر نبی کو اس دور میں جیسا علمی اختصاص تھا، اسی اعتبار سے معجزے دیے گیے، تاکہ ان کی علمی برتری ان کی امت پر مسلم رہے، امت مسلمہ کے لیے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر مبعوث کیا اور علم وانکشافات کے دروازے اس قدر کھولے گیے کہ آپ معلم کائنات بن گیے اور اعلان فرمایا کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں، اس کے ساتھ تربیت کا بھی ذکر کیا کہ وہ معلم اس لیے بنا کر بھیجے گیے کہ وہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کی تکمیل کریں، اس سے معلوم ہوا کہ تعلیم کا مقصد اچھے کردار کا انسان بنانا ہے، قرآن کریم میں تعلیم وتزکیہ کا ذکر ساتھ ساتھ کیا گیا اور اسے کار نبوت قرار دیا گیا۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ آخر قوموں کے عروج وزوال میں ان دونوں چیزوں کی اتنی اہمیت کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ علم خداشناشی اور خودشناشی کا ذریعہ ہے، خداشناشی انسانوں اور حکمرانوں کو ظلم وطغیان سے باز رکھتا ہے، اس کے ذہن ودماغ میں اس کی وجہ سے فکر آخرت کا غلبہ ہوتا ہے اور یہ فکر اسے غلط راہوں پر جانے سے روکتی ہے، وہ جانتا، مانتا اور سمجھتا ہے کہ اس دنیا کے بعد بھی ایک دنیا ہے، جہاں ہمیں تمام اعمال کا حساب دینا ہوگا، اس دن زبان درازی کام نہیں آئے گی، بلکہ زبانوں پر تالے لگ جائیں گے اور اعضا وجوارح ہاتھ پاؤں بولنا شروع کر دیں گے، یہ بولنا در اصل کراماکاتبین کے ذریعہ تیار کیے گیے اعمال نامے کے محضر پر شہادت ہوگی اور اس کے نتیجے میں اس شخص کی اخروی زندگی کا فیصلہ ہوگا، جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بُرائی کی ہوگی اس کو اس کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس علم کی وجہ سے انسان کے اندر جو نظریات پرورش پاتے ہیں، اس پر جمنا آسان ہو جاتا ہے، ایسا شخص ڈُھل مُل یقین نہیں ہوتا، مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذالکَ لَا اِلٰی ھٰؤلاءِ وَلَا اِلیٰ ھٰؤلاءِ کی کیفیت اس کے اندر پیدا نہیں ہوتی، یہ تیقن کی یہ کیفیت اس سے ان اعمال کا صدور کراتی ہے جو اس کے نظریہ کے مطابق ہوتے ہیں، اور عملی طور پر اسے استحکام بخشتے ہیں۔علم کی وجہ سے جو خودشناشی پیدا ہوتی ہے، اس کی وجہ سے وہ دوسروں کے سامنے جھکتا نہیں ہے، اپنے نظریات سے سمجھوتا نہیں کرتا، اور علی وجہ البصیرت ان نظریات کو زمین پر اتارنے کے لیے جد وجہد کرتا ہے، جس سے قوموں کے عروج کی داستان رقم ہوتی چلی جاتی ہے۔

اس کے برعکس جب علم کی کمی ہوتی ہے تو پہلے اخلاقی زوال شروع ہوتا ہے، اس زوال کی وجہ سے دوسرے افکار ونظریات اس کو اپنے حصار میں لے لیتے ہیں، ایسے میں پہلے نظریات سے یقین اٹھ جاتا ہے اور جب جڑ میں کمزوری آجاتی ہے تو اس کے زوال کا آغاز ہوتا ہے، اس کی مثال اس کٹی پتنگ کی طرح ہو جاتی ہے، جس کو ہوا کا ایک جھونکا اڑا کر کہیں سے کہیں لے جاتا ہے اور پتنگ کسی درخت کی شاخ سے الجھ کر اپنا وجود کھو بیٹھتی ہے، خودشناشی کی کیفیت کا اختتام قوموں کی اکثریت سے ہو جائے تو زوال شروع ہو جاتا ہے، اس مسئلہ کو اس طرح سمجھنا چاہیے کہ گاڑی جب تک مسطح سڑک پر ہو، اس کو بریک لگا کر روکا جا سکتا ہے، لیکن جب گاڑی ڈھلان پر چل پڑے تو بریک بھی کام نہیں کرتا، تباہی اس کا مقدر بن جاتی ہے، مثال کے طور پر آپ ہندوستان میں بودھوں کے عروج وزوال کی داستان پڑھیں ان کے یہاں اللہ پر ایمان ویقین کا واضح اعلان نہیں ہے، وہ عقل کی آغوش میں چلے جانے کی بات کرتے ہیں، گویا گیان کی منزل ان کے یہاں عقل کی آغوش ہے، یہ عقل، عقل کل یعنی اللہ بھی ہو سکتا ہے، اور عقلیت بھی، جس کے ماننے والے اسلام میں بھی کچھ لوگ ہیں، جینیوں کے یہاں جانداروں کی ہلاکت سے خود کو بچائے رکھنے کی بات کہی گئی ہے، لیکن خدا کے وجود اور اس کے متعلقات پر توجہ نہیں دی گئی اس کا مطلب ہے کہ صحیح علم نے ان کے دل ودماغ کو منور نہیں کیا، اس لیے وہ عروج کی طرف بڑھ نہیں پائے۔

خودشناشی کے لوازمات میں سے خودی اور خودداری بھی ہے، خودی معرفت نفس کا دوسرا نام ہے اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، من عرف نفسه فقد عرف ربه جس نے خود کو پہچان لیا اس نے رب کو پہچان لیا، گویا معرفت نفس، معرفت رب تک پہونچنے کا زینہ ہے، یہ علم جس قدر وسیع ہوگا کائنات کے اسرار ورموز بندے پر کھلنے لگیں گے، اور جس قدر اسرار ورموز سے واقفیت ہوگی بندہ سماجی اور ذہنی طور پر اسی قدر ترقی کرے گا، اسی لیے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ علم والے ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، یہ ڈر معرفت رب کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، جو بندوں کے اعمال افکار اور اقدار کو صحیح سمت عطا کرنے کا کام کرتا ہے، اس صحیح سمت کی وجہ سے وہ اللہ کے قریب ہو جاتا ہے، اور اللہ کی نصرت ومدد کا حق دار ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ عروج کے منازل طے کرتا چلا جاتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے نزول کے وقت سے علم وانکشافات کے دروازے کھلے، اس کے قبل کا زمانہ آج بھی دور جاہلیت کہلاتا ہے، شعراء وادباء کی زمانہ کے اعتبار سے جو تقسیم کی گئی، اس میں نزول قرآن کے قبل کی شاعری کو دور جاہلی کی شاعری اور ادب جاہلی کہا جاتا ہے، اللہ رب العزت نے قرآن کریم کے ذریعہ لوگوں کی ایمانی، تہذیبی، تمدنی، عمرانی، سماجی اور معاشرتی رہنمائی فرمائی، اور اسے کتاب ہدایت کے طور پر نازل کیا، یہ ہدایت ہر میدان میں قرآن کریم کے ذریعہ لوگوں کو ملی، اللہ رب العزت نے اسے تبیانا لکل شئی ہر چیز کو ظاہر کرنے والی کتاب کہا، اس اشارہ کی وجہ سے فلسفیوں نے اس سے اپنے مطلب کی چیز تلاش کی اور سائنس دانوں نے قرآنی اشارات پر اپنی تحقیق کی بنیاد در رکھی، انہوں نے اللہ رب العزت کے ارشاد میں تسخیر کائنات، تخلیق انسانی کے مراحل، زمین کی تہہ میں چھپے معدنیات زمین اور سورج کی رفتار، دن اور رات کے رموز سبھی کچھ دریافت کر لیا، مسلم سائنس دانوں کی تحقیقات اور ان کی دریافت کا اصل ماخذ قرآن کریم ہی تھا، انہوں نے قرآن کریم میں تدبر اور غور وفکر کیا اور اس غور وفکر کے نتیجے میں دنیا کو علمی اور فنی اعتبار سے مالا مال کر دیا، ان کی محنتوں سے ایجادات وانکشافات کے نئے دروازے کھلے، اس کے بعد علم کی تقسیم ہوتی چلی گئی، پہلے اسے نظری اور عملی میں تقسیم کیا گیا، پھر نظری کی تین اور تقسیم علم الٰہی، علم حساب وریاضی اور علم طبعی میں ہوگئی، علم الٰہی کو علم اعلیٰ، علم ریاضی کو علم اوسط اور علم طبعی کو علم ادنی کے طور پر متعارف کرایا گیا، عملی کی بھی تین قسم اخلاق، تدبیر منزل اور سیاست مدن کے عنوان سے کی گئی، اس کے بعد اسے اسلامی غیر اسلامی کے عنوان سے تقسیم کیا گیا، علم الادیان اور علم الابدان کا تصور سماج میں عام ہوا، ابو نصر فارائی (م ۳۲۹ھ) اور محمد یوسف خوارزمی (۳۸۷) نے علم کی جو درجہ بندی کی وہ مغربی دنیا میں بھی مقبول ہوئی، برصغیر ہند وپاک میں علم دین ودنیا کی تقسیم نے اس قدر رواج پایا کہ علماء اور دانشور کا طبقہ الگ الگ وجود میں آگیا اور بقول مولانا مناظر احسن گیلانی ملت دو نیم ہو کر رہ گئی پہلے یہ تقسیم نظریاتی بنیاد پر ہوئی اور اب یہ انتظامی ضرورت بن گئی ہے، اس لیے اس فکری تقسیم کو ختم نہیں کیا جا سکتا، لیکن مدارس میں بعض عصری مضامین کی شمولیت اور عصری تعلیمی اداروں میں بنیادی دینی تعلیم کی شمولیت اور مسلمانوں کے ذریعہ قائم کردہ اداروں میں اسلامی ماحول فراہم کر کے بڑی حد تک اس خلیج کو پاٹا جا سکتا ہے۔

اچھی باتیں

’’جھوٹ بول کر جیتنے سے اچھا ہے کہ تم سچ بول کر ہار جاؤ ☆ وقت ثابت کر دیتا ہے کہ خدا کے فیصلے کبھی غلط نہیں ہوتے ☆ اگر آپ پریشان رہتے ہیں تو یقینی طور پر زندگی گذارنے کے طریقے میں کوئی بھول ہو رہی ہے ☆ ان لوگوں سے مت ڈرو جو اپنا بدلہ لینا جانتے ہیں؛ بلکہ ان لوگوں سے ڈرو جو اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں ☆ جھوٹ کا بھی ایک ذائقہ ہوتا ہے، خود بولو تو میٹھا لگتا ہے، اور کوئی دوسرا بولے تو کڑوا ☆ لوگ بھول جانے میں دیر نہیں کرتے، تم اہم ہو یہ وہم چھوڑ دو‘‘۔ (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

’’جامع مسجد میں عورتوں کے داخلے کو لے کر بحث بے وجہ کھڑی کی گئی، حقیقت یہی ہے کہ مسجد میں کسی بھی لڑکی یا عورت کے جانے پر پابندی نہیں لگائی گئی تھی، روک صرف ان پر لگائی گئی تھی جو مسجد کی حرمت کو پامال کرتے ہیں، کوئی بھی مذہبی جگہ ہو، وہاں صرف عبادت ہونی چاہیے، لیکن آج کل کے نوجوان وہاں عشقیہ اعمال شروع کر دیتے ہیں، ان گھٹیا حرکتوں پر روک لگنی ہی چاہیے۔ اگر کہیں پر کسی چیز پر پابندی لگتی ہے تو اس میں ہمارے کردار کو بھی دخل ہوتا ہے، خدا کے واسطے عبادت گاہوں کو بخش دیجیے، کم سے کم یہاں تو مہذب رہیے‘‘۔ (ہندوستان ۲۶ رنومبر ۲۰۲۲ء)

اللہ کی باتیں - رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

جہنمیوں کی بے بسی

''ارشاد ربانی ہے کہ ہم نے زقوم کے درخت کو ظالموں کے لئے امتحان کا ذریعہ بنادیا، وہ ایک ایسا درخت ہے، جو دوزخ کی جڑ سے نکلتا ہے، اس کے خوشے شیطانوں کے سر کی طرح ہوں گے، وہ لوگ اسی میں سے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے، پھر اس کے کھانے کے بعد ان کو گرم پانی ملا کر دیا جائے گا، اس کے بعد بھی ان کا ٹھکانہ دوزخ ہی ہوگا'' (سورۃ الصافات، آیت: ٦٨)

وضاحت: جب اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو اعزاز واکرام سے نوازیں گے تو وہ عیش وآرام سے لطف اندوز ہوں گے پھر انہیں ایسی ایسی لذیذ غذائیں اور ٹھنڈے میٹھے مشروب سے ضیافت کریں گے جس کی لذت وحلاوت سے دل فرحت وانبساط سے لبریز ہوگا اور جو گنہگار اور خطاکار ہوں گے، ایسے ظالموں اور کافروں کو دہکتے ہوئے آگ کے انگاروں میں ڈال دیں گے، جہاں ان کی کھالیں اور انتڑیاں باہر نکل آئیں گی اور پھر اس کو اس کی اصلی ہیئت پر بنادیں گے اور مستقل عذاب میں مبتلا رکھیں گے، ان جہنمیوں کو حیوانات وجمادات کے ذریعہ تو تکلیف پہونچائی ہی جائے گی، ساتھ ہی ساتھ وہاں کی مخصوص نباتات کے ذریعہ بھی ان کی تکلیف میں اضافہ کیا جائے گا، جب ان جہنمیوں کو بھوک وپیاس کی شدت بڑھے گی تو زقوم اور خون وپیپ سے ملا جلا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، جن سے ان کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گی، مفسرین نے لکھا کہ زقوم ایک نہایت ہی زہریلا، بدبودار، کڑوا کسیلا اور خاص رنگ وروپ کا درخت ہے، اگر وہ جسم سے مس ہوجائے تو بدن میں سوزش پیدا ہوجائے گی، یہ درخت جہنم میں ہوگا اور جس طرح دنیا میں پانی کی ٹھنڈک سے درخت بڑھتے اور شاداب ہوتے ہیں، اسی طرح جہنم میں آگ کی لپیٹ سے اس درخت کی نشو ونما ہوگی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا کے سمندر میں ٹپکا دیا جائے تو تمام روئے زمین کے رہنے والوں کی زندگی بگڑ جائے، اس سے اندازہ کیا جائے کہ جس کا کھانا ہی زقوم ہو اس کی بدمزگی، کراہت طبعی اور ناگواری کی کیا حالت ہوگی، کہا جاتا ہے کہ اس درخت کے خوشوں کے کھانے کے بعد پیاس کی شدت بڑھ جاتی ہے، اس لئے جہنمی بھی پیاس سے بے قرار ہوں گے اور پانی مانگیں گے تو اس وقت کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا، جس سے ان کے چہرے کی کھالیں بالکل الگ ہوکر گر پڑیں گی، وہ بری طرح چیختے چلاتے ہوں گے، اس آیت میں زقوم کے پھل کو شیاطین کے سر سے تشبیہ دی گئی ہے، گرچہ لوگوں نے شیطان کو دیکھا نہیں، مگر عام طبیعتوں میں شیطانوں کے سروں کا بدشکل اور بدرنگ ہونا راسخ وجاگزیں ہے، یہ تشبیہ عرب کے محاورہ کے مطابق ہے، عرب وعجم میں یہ محاورہ ہے کہ جب کسی کی بدصورتی کو بیان کرنا ہوتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ شیطان کی صورت ہے اور جب کسی کی خوبصورتی بیان کرنا ہوتی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ فرشتہ کی شکل ہے، یہاں بھی تشبیہ اسی نوعیت کی ہے، ان آیات کے ذریعہ اللہ رب العزت اپنے بندوں کو تنبیہ کرنا چاہتا ہے کہ بندگی کا تقاضہ ہے کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے بدلہ میں ہم تم کو آرام وسکون کی زندگی عطا کریں گے، اگر تم نے نافرمانی اور سرکشی کی، کفر وطغیان میں پھنسے رہے تو مرنے کے بعد تمہارا انجام بد ہوگا اور مختلف طرح کی سزائیں دیں گے، جہاں نہ تم کو سکون ملے گا اور نہ ہی قرار۔

دعاء مومن کا ہتھیار ہے

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں، جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، ایک مظلوم کی دعاء، دوسرے مسافر کی دعاء اور تیسرے والدین کی دعاء جو اپنی اولاد کے لئے کرتے ہیں'' (قرطبی)

وضاحت: جب کوئی پریشان حال انسان دنیا کے تمام سہاروں سے مایوس ہوکر دفع ظلم کے لئے صرف اللہ کو پکارتا ہے اور اپنی تمام تر توجہ اسی کی طرف کرتا ہے اور دعاء ومناجات کے ذکر سے اپنی بندگی وعبودیت کا اظہار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس کے جائز مقاصد اور ضرورتوں کو پوری فرماتے ہیں، اس لئے کہ دعاء بھی عبادت ہے، ہاں! اگر کسی وجہ سے دعاء کے قبول ہونے میں تاخیر ہوجائے تو بندہ کو مایوس نہیں ہونا چاہئے، بعض اوقات دعاء قبول تو ہو جاتی ہے مگر کسی مصلحت اور حکمت سے اس کا اظہار دیر سے ہوتا ہے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم نے آداب دعاء کی رعایت نہیں کی، اس لئے اس وقت ہم کو اپنی کمی وکوتاہی پر بھی نگاہ ڈالنی چاہئے اور اپنی دعاء میں اخلاص وللّٰہیت کی کیفیت پیدا کرنی چاہئے، ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادہم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا، ہم بہت دعائیں کرتے ہیں لیکن قبول نہیں ہوتیں، ابراہیم بن ادہم نے جواب دیا کہ تمہارے دل دس چیزوں کی وجہ سے مردہ ہوچکے ہیں، پھر دعا کیسے قبول ہو (١) خدا کی ذات وصفات پر ایمان لانے کے باوجود تم اس کے حکموں کو توڑتے ہو (٢) خدا کی کتاب پڑھتے ہو اور اس کو پس پشت ڈال دیتے ہو (٣) ابلیس لعین سے دشمنی کا اعلان کرتے ہو لیکن چلتے اسی کی راہ پر ہو (٤) محبت رسول کا دعویٰ کرتے ہو لیکن آپ کی سنتوں پر عمل نہیں کرتے (٥) جنت کے آرزومند وطالب تو ہو، لیکن اس کے لئے عمل نہیں کرتے (٦) دوزخ کا خوف تو ظاہر کرتے ہو مگر گناہ سے نہیں بچتے ہو (٧) تم جانتے ہو کہ موت یقینی ہے، مگر اس کے لئے تیاری نہیں کرتے ہو (٨) دن رات غیروں کی عیب جوئی میں لگے رہتے ہو لیکن اپنے عیوب پر نظر نہیں جاتی (٩) خدا کا دیا ہوا رزق کھاتے ہو لیکن اس کا شکر نہیں ادا کرتے ہو (١٠) تم اپنے مردوں کو قبر میں اتارتے ہو مگر اس سے ذرا بھی عبرت حاصل نہیں کرتے (المنہیات بحوالہ چراغ راہ) اگر ہماری زندگی سنت وشریعت کے مطابق گذرنے لگے تو اللہ تعالیٰ ایسے بندہ کو اپنا محبوب بنالیتے ہیں، ان پر خاص فضل وکرم فرماتے ہیں اور وہ اللہ سے جو کچھ طلب کرتے ہیں اللہ انہیں عطا فرماتے ہیں، اس لئے ہم کو اپنے اعمال وافعال کا بھی محاسبہ کرنا ہے اور اللہ کو راضی کرنے کی جدوجہد کرنی ہے، فرائض ونوافل کا اہتمام، توبہ واستغفار کی کثرت کرنی ہے، تاکہ ابر رحمت کے جھونکوں سے بہرور ہوسکیں، حالات بدل سکیں، موجودہ ملکی حالات میں **استغفر اللہ** ایک سو مرتبہ اور **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** پانچ سو مرتبہ روزانہ ورد کریں اور تبدیلی احوال کے لئے اللہ سے دعاء کریں، اللہ ہماری دعاؤں کو ضرور قبول فرمائیں گے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

مسافر قصر کا آغاز کہاں سے کرے گا

س: موجودہ وقت میں جبکہ آبادیاں مل گئی ہیں اور شہر کئی میلوں پر پھیل گیا ہے، ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی کالونی سے سفر میں نکل رہا ہو تو وہ قصر کہاں سے کرے گا، کالونی سے نکلنے کے بعد یا شہر سے نکلنے کے بعد؟

ج: آدمی شرعی مسافر (جس میں قصر کا حکم عائد ہوتا ہے) اس وقت ہوگا جب وہ ۴۸/میل (۷۷/کلومیٹر) یا اس سے زائد سفر کے ارادہ سے اپنی بستی (گاؤں) یا شہر کی آبادی سے باہر نکلے، محض اپنی کالونی یا محلّہ سے باہر نکلنے پر شرعی مسافر نہیں ہوگا اور قصر کی اجازت نہیں ہوگی: "(واذا فارق المسافر بیوت المصر صلی رکعتین) لان الاقامة تتعلق بدخولها فیتعلق السفر بالخروج عنها وفیه الاثر عن علی رضی الله عنه انه خرج من البصره فصلی الظهر اربعاً قال: انا لو جاوزنا هذا الخص لصلینا رکعتین" (فتح القدیر: ۲/۱۳-۳۳)

تبلیغی جماعت والے مسافر ہوں گے یا مقیم

س: کسی شہر یا گاؤں میں جماعت کے احباب کا قیام ہو تو وہ مسافر رہیں گے یا مقیم؟ اگر نماز پڑھانے کی نوبت آئے تو وہ چار رکعت والی نماز پوری پڑھیں گے یا قصر کریں گے؟

ج: اگر جماعت کی تشکیل کسی شہر (پٹنہ) یا بڑے گاؤں میں پندرہ دن یا اس سے زائد کی ہو اور وہیں کئی مساجد میں جانا ہو تو اس شہر یا گاؤں میں وہ جماعت مقیم کہلائے گی اور پوری نماز پڑھنی ہوگی، چاہے مساجد کے مابین جتنا بھی فاصلہ ہو اور اگر کئی بستیوں میں تشکیل ہو اور ہر تین دن بعد یا کچھ دن بعد بستی تبدیل کر کے دوسری بستی یا گاؤں میں جانا پڑتا ہو جس کا نام وغیرہ بھی الگ ہو اور مقامی حضرات کے یہاں بھی وہ بستی بالکل علیحدہ شمار ہوتی ہو تو ایسی صورت میں چوں کہ جماعت کی اقامت ایک جگہ پر پندرہ دن کی نہیں ہے، اس لئے جماعت مسافر کہلائے گی اور نماز پڑھانے کی نوبت آجائے تو چار رکعت والی نماز میں قصر کرے گی: "واما اتحاد المکان، فالشرط نیة مدة الاقامة فی مکان واحد، لان الاقامة قرار، والانتقال یضاده، ولابد من الانتقال فی مکانین، واذا عرف هذا فنقول اذا نوی المسافر الاقامة خمسة عشر یوما فی موضعین فان کان مصرا واحدا أو قریة واحدة صار مقیما لانهما متحدان حکما... وان کانا مصرین نحو مکة ومنیٰ أو الکوفة والحیرة او قریتین او احدهما مصر والآخر قریة لایصیر مقیما لانهما مکانان متباینان حقیقة وحکما" (بدائع الصنائع: ۱/۲۷۰)

مسافر کا دوران سفر اپنے وطن سے گزرنا

س: ایک آدمی چالیس دن کی جماعت میں گیا تھا وہ مسافر تھا، ۲۰/دن جماعت میں گذارنے کے بعد اس کے ساتھی جماعت کی تشکیل اس کی بستی سے قریب کی آبادی میں ہوئی ہے، اس آبادی میں جانے کا جو راستہ ہے وہ اس کی بستی سے ہوکر گذرتا ہے تو کیا اس راستہ سے گزرنے پر وہ مقیم ہوجائے گا یا مسافر رہے گا؟

ج: صورت مسئولہ میں شخص مذکور دوران سفر اپنے وطن سے گزرے گا تو بستی میں داخل ہوتے ہی مقیم ہوجائے گا، خواہ وہاں رکنے کا ارادہ ہو یا نہ ہو، اب اگر جس جگہ جارہا ہے وہ اس کی بستی سے ۷۷/کلومیٹر کی مسافت سے کم پر واقع ہے تو وہاں پہونچنے تک مقیم ہی رہے گا اور اگر مسافت سفر پر واقع ہے تو بستی کی آبادی سے نکلنے کے بعد وہ پھر مسافر ہوجائے گا: "اذا دخل المسافر مصره اتم الصلوة وان لم ینو الاقامة فیه سواء دخل بنیة الاختیار او دخل لقضاء الحاجة کذا فی الجوهره" (الفتاوی الهندیة: ۱/۱۴۲)

باپ بیٹے کے گھر جائیں تو مسافر ہوں گے یا مقیم

س: باپ پٹنہ میں اپنی فیملی کے ساتھ خریدے ہوئے مکان میں رہتے ہیں اور بیٹا دلی میں اپنی فیملی کے ساتھ اپنے مکان میں رہتا ہے، آبائی وطن بہار شریف ہے، اب اگر باپ بیٹے کے یہاں دلی جائیں یا بیٹا باپ کے یہاں پٹنہ آئے تو مسافر ہوں گے یا مقیم؟

ج: صورت مسئولہ میں جبکہ باپ اور بیٹا دونوں کا الگ الگ جگہ گھر ہے اور دونوں شہر ۷۷/کلومیٹر سے زائد کے فاصلہ پر ہے تو ایسی صورت میں باپ بیٹے کے گھر یا بیٹا باپ کے گھر جائے اور ۱۵/دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو مسافر رہے گا اور اگر ۱۵/دن سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو مقیم ہوجائے گا: "والوطن الاصلی هو وطن الانسان فی بلدته او بلدة اخریٰ اتخذها دارا وتوطن بها مع اهله وولده ولیس من قصده الارتحال عنها بل التعیش بها" (البحر الرائق: ۲/۱۴۷)

سفر کی دعا

س: سفر کی دعا ترجمہ کے ساتھ بتادیں

ج: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سواری پر بیٹھ جاتے تو تین مرتبہ: اللہ اکبر کہتے اور پھر یہ دعا پڑھتے: "سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ، وَإِنَّآ إِلیٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُکَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْأَهْلِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْأَهْلِ"

اے اللہ! بے شک ہم آپ سے اس سفر میں بھلائی، تقویٰ اور ایسا عمل جس سے آپ راضی ہوجائیں کا سوال کرتے ہیں، اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے سفر کو آسان بنادیجئے اور اس کے فاصلوں کو کم کردیجئے، اے اللہ! اس سفر میں آپ ہی ہمارے ساتھی ہیں اور ہمارے گھر والوں کے محافظ ہیں، اے اللہ! بے شک میں اس سفر کی تکلیف، پریشان کن مناظر اور اپنے مال واہل خانہ کی طرف برائی کے ساتھ لوٹنے سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔ (صحیح مسلم، رقم: ۳۲۷۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 62/72 شمارہ نمبر 46 مورخہ ۱۰/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ مطابق ۵/دسمبر ۲۰۲۲ء روز سوموار

مصنوعی اعضاء کی تیاری

اللہ رب العزت نے انسانی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے ہمیں ایک خوبصورت جسم دیا ہے، جسے قرآن میں ''احسن تقویم'' سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ اعضاء قدرتی نظام کے تحت کام کرتے رہتے ہیں اوران سے ہماری جسمانی ضرورت پوری ہوتی ہے، دل، پھیپھڑے، جگر وغیرہ کا شمار اعضاء رئیسہ میں ہوتا ہے، ان کے نظام میں گڑبڑی سے جسم کا سارا نظام بگڑ کر رہ جاتا ہے اور بسا اوقات زندگی سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے، سائنس کی بے پناہ ترقی کے باوجود ان اعضاء کا متبادل اب تک تیار نہیں کیا جاسکا ہے، اسی لیے اگر کسی کے گردے وغیرہ میں خرابی پیدا ہوتی ہے تو دوسرے انسان سے اعضاء لے کر اس کی پیوندکاری کی جاتی ہے، جس کے سہارے انسان زندگی کے کچھ ماہ وسال پالیتا ہے، اس کام کے لیے اعضاء کی خرید وفروخت بڑے پیمانے پر ہوتی ہے، جب کہ یہ قانونی طور پر جرم ہے، آئے دن آپریشن کے نام پر انسانی جسم کے مختلف اعضاء بغیر مریض کو بتائے نکال لیے جاتے ہیں، انہیں بھاری داموں میں بیچا جاتا ہے، کچھ رشتہ دار بھی اپنے مریضوں کو اعضاء دے کر جان بچانے کا کام کرتے ہیں، بعض پسِ مرگ اپنے اعضاء دوسروں کی پیوندکاری کے لیے دینے کی وصیت کر جاتے ہیں اوران کے مرنے کے بعد وہ مریض کے کام آجاتا ہے، حالاں کہ شریعت کی نظر میں ایسی وصیت غلط ہے، اور اس کی تنفیذ نہیں ہونی چاہیے، لیکن ایسا ہو رہا ہے، اس کے باوجود جس بڑے پیمانے پر اعضاء کی ضرورت ہے، اس کی فراہمی موجودہ طریقۂ کار میں ناممکن ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ غذائی اجناس میں کیمیکل اور کھاد کی شمولیت کی وجہ سے جسمانی اعضاء کثرت سے متاثر ہوتے ہیں، دولاکھ لوگ ہر سال لیور کی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں اور پیوندکاری کے مواقع نہیں فراہم ہونے کی وجہ سے موت کی نیند سو جاتے ہیں، ڈبلو ایچ او، ڈی جی ایچ ایس اور نوٹو کی مانیں تو اس صورت حال کو بدلنے کے لیے ہندوستان میں کم از کم پچیس سے تیس ہزار لیور کی ضرورت الگ سے پڑے گی، تاکہ وہ سنگین مریضوں میں لگایا جاسکے، جب کہ صرف پندرہ سو لوگوں کے ہی لیور کی پیوندکاری ابھی ممکن ہو پارہی ہے، اسی طرح دولاکھ گردے کے مریضوں کو گردے کی ضرورت ہے، لیکن چھ ہزار مریضوں سے زیادہ گردے کی تبدیلی نہیں ہوسکتی، کیوں کہ گردے دستیاب نہیں ہیں، اسی طرح پچاس ہزار سے زیادہ لوگوں کا دل اس قدر متاثر ہوتا ہے کہ انہیں بدلنا ضروری ہوتا ہے، لیکن ہندوستان کے صرف اُٹھہتر ہوسپٹل میں ہی یہ سہولیات دستیاب ہیں، جہاں اوسطا دو سو پچاس مریضوں سے زیادہ کے قلب کی پیوندکاری ہو ہی نہیں سکتی، پیوندکاری کے لیے دل کی فراہمی ایک الگ مسئلہ ہے۔

سائنس دانوں کو مریضوں کی اس پریشانی سے پریشانی ہے، تازہ اطلاع کے مطابق سائنس دانوں نے تھری ڈی پرنٹر تیار کرلیا ہے، جو گوشت، ہڈی کے ذرات اور کیمیکل کے آمیزہ سے خلیات ٹشوز تیار کرسکتا ہے، اسے سائنس دانوں نے میٹوپلس کا نام دیا ہے، کوشش اس کی بھی جاری ہے کہ مصنوعی پھیپھڑا بنالیا جائے، اس کھوج کو میڈکل کی اصطلاح میں ایکسوسوم تھروپی کے نام سے جانا جاتا ہے، اس طریقۂ کار کی مدد سے پھیپھڑوں کو پہونچنے والے نقصانات کو آگے بڑھنے سے روکا جاسکتا ہے، اور ضرورت کے مطابق اس کی مرمت بھی کی جاسکتی ہے، سائنس دانوں کا ایک تحقیقاتی منصوبہ تھری ڈی منی لیور ٹشوز بھی ہے، جس کی مدد سے پھیپھڑوں کے مختلف امراض کا علاج ممکن ہوسکے گا، آئی آئی ٹی کان پور مصنوعی دِل تیار کرنے میں لگا ہوا ہے، اگر یہ تحقیقات کامیابی کی منزل کو پالیتی ہیں تو اعضاء رئیسہ کے بہت سے امراض کا علاج ممکن ہوسکے گا، موت تو وقت پر ہی آتی ہے، لیکن اسباب کے درجہ میں مایوس لوگوں کے حق میں کامیابی کی طرف بڑھتے قدم کو امید افزا کہا جاسکتا ہے۔

ائمہ کی تنخواہ کی سرکاری ادائیگی

ملک کی اکثر وبیشتر ریاست میں سرکار کا ایک محکمہ وقف بورڈ ہے، اس کے ذمہ اوقاف کے تحفظ اور اس کی املاک سے ہونے والی آمدنی کے استعمال کا اختیار ہے، اوقاف مسلم پرسنل لا کے تحت آتے ہیں، اس لیے اس کی آمدنی کو خرچ کرتے وقت واقف کے منشا کی رعایت کی جاتی ہے، بہت سارے اوقاف مساجد کے ہیں، جن کی آمدنی کو مفاد مسجد میں خرچ کرنا متولیان کی ذمہ داری ہے، اس ذمہ داری کی انجام دہی کے لیے اوقاف کی زمینوں پر واقع مساجد کے ائمہ کو وقف بورڈ کے ذریعہ وظیفہ دیا جاتا ہے اور کہیں کہیں تنخواہ کی ادائیگی بھی کی جاتی ہے، اس سلسلے میں پنجاب، دہلی اور بہار کا نام لیا جاسکتا ہے۔

ابھی حال میں مرکزی اطلاعاتی کمیشن کے کمشنر ''اُدے مہورکر'' نے اس پر سوالات اٹھائے ہیں اور اسے غیر قانونی قرار دیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ کل ہند تنظیم ائمہ مساجد کی عرضی پر ۱۹۹۳ء میں عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) کا فیصلہ قانون کے خلاف ہے، یہ تبصرہ انہوں نے سوبھاش اگروال کی اس عرضی پر کیا جو اس نے وقف بورڈ سے امام اور مؤذن کو ملنے والی تنخواہ پر اطلاعاتی کمیشن میں داخل کیا تھا، مرکزی اطلاعاتی کمشنر نے وقف بورڈ کو یہ بھی ہدایت دی ہے کہ اس اطلاعات کے حاصل کرنے میں سبھاش اگروال کا جو وقت لگا اور اسے جو پریشانیاں ہوئیں اس کے عوض وقف بورڈ اسے پچیس ہزار روپے ہرجانہ دے۔

کمشنر برائے اطلاعات کی رائے یہ تھی کہ تمام مذاہب کے عبادت کرانے والوں کو برابر کی تنخواہ دی جانی چاہیے، بقول یہ عجیب بات ہے کہ امام اور مؤذن کو تو اٹھارہ ہزار اور سولہ ہزار روپے ماہانہ ملے اور ہندو وقف (نیاس) کے پجاریوں کو دو ہزار روپے دیا جائے، کمشنر صاحب یہ بھول گیے کہ جس وقف کی جیسی آمدنی ہے، اس کے اعتبار سے وظائف مقرر کیے جاتے ہیں، نیاس کی آمدنی کا بڑا حصہ پجاریوں کے پاس بلا حساب وکتاب منتقل ہوجاتا ہے، نیاس بورڈ کے ذریعہ دی جانے والی دو ہزار کی رقم صرف ٹوکن منی ہے جو نیاس سے پجاریوں کے تعلق کی علامت ہے، ظاہر ہے سب جگہ کشور کنال جیسا ذمہ دار تو ہے نہیں، جس نے گذشتہ بیس پچیس سالوں میں مندروں کی آمدنی سے مہابیر کینسر جیسا اسپتال کھڑا کردیا اور دوسری جگہوں پر بھی مندر کی آمدنی کو ہندو سماج کے لیے بارآور اور ثمردار بنانے کے لیے غیر معمولی کام کیا ہے۔

اس کے برعکس اوقاف کی آمدنی کا معاملہ ہے، یقیناً لوٹ کھسوٹ یہاں بھی کم نہیں ہے، لیکن بڑی حد تک کوشش کی جاتی ہے کہ اسے خُرد بُرد سے بچایا جائے اور چوں کہ یہ وقف جن کاموں کے لیے کیا گیا ہے، ان کے مدات کی رعایت ہمارا شرعی فریضہ ہے، اس کی یک گونہ حفاظت وقف بورڈ کے ساتھ متولیان اور کمیٹی کے دیگر افراد بھی کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں، اس لیے یہاں کی رقم ائمہ مساجد اور مؤذنین پر خرچ کی جاتی ہے۔

کمشنر برائے اطلاعات ادے مہورکر نے یہ بھی کہا کہ مؤذن اور امام کی یہ تنخواہ سرکاری ٹیکس کی رقم سے دی جاتی ہے، وہ یہ بتانا بھول گیے یہ ٹیکس کی رقم بھی سرکار کے خزانے میں اوقاف کی آمدنی سے ہی آتی ہے، مختلف ریاستوں میں اوقاف کی آمدنی پر الگ الگ ٹیکس لیا جاتا ہے، حالاں کہ ہمارا مطالبہ قدیم ہے کہ اوقاف کی جائیداد کو ٹیکس سے مستثنیٰ کیا جائے۔

اس پورے قضیہ میں یہ مسئلہ بھی بڑا اہم ہے کہ کیا سپریم کورٹ کے فیصلے پر اس قسم کا تبصرہ مناسب ہے، یہ تو توہین عدالت کے مترادف ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس معاملہ کو سپریم کورٹ میں پھر سے اٹھایا جائے اور عدالت اس پر نظر ثانی کرے، یہ تو ہوسکتا ہے؛ لیکن عدالت کے فیصلے پر اس قسم کا تبصرہ عدالتی نظام کو کمزور کرنے کے مترادف ہے، اس لیے ''ادے مہورکر'' کو اس قسم کے تبصرے سے بچنا چاہیے۔

مواقع کا صحیح استعمال

فیفا ورلڈ کپ کی دھوم اس وقت پوری دنیا میں ہے، اس کے قبل بھی فیفا کے ورلڈ کپ کا انعقاد ہوتا رہا ہے، اور کھیل کے شوقین لوگوں کی دلچسپیوں کی وجہ سے اس کھیل نے مقبولیت کا اعلیٰ مقام حاصل کرلیا ہے، لیکن اس بار اس کھیل کے ساتھ اور بھی کئی ایسی چیزیں جڑ گئی ہیں، جس نے پوری دنیا کی توجہ اپنی طرف مبذول کرالیا۔

فیفا (FIFA) فرنچ زبان کے لفظ Fédération Internationale de Football Association کا مخفف ہے، جس کا مطلب ہے ''انٹرنیشنل فیڈریشن آف فٹ بال ایسوسی ایشن'' یہ ایک بین الاقوامی ادارہ ہے، اس کا آغاز ۱۹۳۰ء میں ہوا، اور اس کے ذریعہ ہر چار سال پر عالمی فٹ بال کپ کے لیے بین الاقوامی مقابلہ ہوا کرتا ہے، ۱۹۴۲ء اور ۱۹۴۶ء میں دوسری جنگ عظیم کی وجہ سے اس کھیل کا انعقاد نہیں کیا جاسکا تھا۔

اس عالمی فٹ بال مقابلہ کے لیے میزبانی کا شرف بھی ہر کسی کو نہیں حاصل ہوتا، فیفا نے اس کے لیے ایک معیار مقرر کر رکھا ہے، اس معیار کو پورا کرنے کے بعد بھی ووٹنگ کا مرحلہ آتا ہے، اور اس میں کامیابی کے بعد اگلے میزبان ملک کا اعلان کیا جاتا ہے، قطر پہلا اسلامی ملک ہے جس کو ۲۰۲۲ء کی فیفا ورلڈ کپ کی میزبانی کا موقع ملا ہے۔ قطر ایک چھوٹا ملک ہے، اس کا رقبہ صرف ۱۱۵۸۶/مربع کیلومیٹر اور آبادی تیس (۳۰) لاکھ سے بھی کم ہے۔ ۲۰۱۰ء میں فیفا کی مجلس منتظمہ نے امریکہ، جنوبی کوریا، جاپان اور آسٹریلیا کے مقابلے قطر کو چودہ میں سے آٹھ ووٹ دے کر میزبانی کا اعلان کیا تھا اور قطر نے اسے قبول کرلیا تھا۔

اس مقابلہ میں شرکت کے لیے کسی بھی ملک کی ٹیم کو کوالی فائی کرنا ضروری ہے، قطر کی فٹ بال ٹیم نے کبھی کوالی فائی نہیں کیا تھا، اس طرح اسے کبھی بھی ورلڈ کپ کھیلنے کا موقع نہیں ملا تھا، اس بار چوں کہ وہ خود میزان ہے، اس لیے فیفا کے ضابطہ کے مطابق اسے کوالی فائی کی قید سے مستثنیٰ رکھا گیا اور اس نے پہلی بار پہلے دن ہی مقابلہ میں شرکت کیا، لیکن اس کو ایکواڈور سے شکست ملی اور مقابلاتی دوڑ سے باہر ہوگیا، جس کا افسوس قطریوں کو ہوا، لیکن جب سعودی عرب کی ٹیم نے کئی بار کی چمپین ارجنٹائنا کو شکست سے دوچار کردیا تو پوری عرب دنیا میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، سعودی عرب کی یہ ایسی جیت تھی، جس کے بارے میں کبھی کسی نے سوچا بھی نہیں تھا۔

قطر کی ٹیم مقابلہ میں ہار گئی، لیکن وہاں کی حکومت نے اس بین الاقوامی کھیل کا دعوتی رخ دینے میں کامیابی حاصل کرلی اور اس کی وجہ سے قطر عالم اسلام کی توجہ کا مرکز بن گیا، خصوصا ایسے وقت میں جب سعودی عرب میں اسلامی اقدار دھیرے دھیرے ختم کیے جارہے ہیں، قطر نے پوری دنیا کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے میں کامیابی حاصل کرلی ہے۔

قطر نے اپنا بڑا سرمایہ فیفا ورلڈ کپ کے معیار کے مطابق اسٹیڈیم، ہوٹل، سڑک وغیرہ کی تعمیر پر لگایا، ہزاروں کی تعداد میں مزدور کئی ممالک سے لائے گئے اور انہیں کام پر لگایا گیا، جنگی پیمانے پر اس کام کی انجام دہی میں کئی مزدوروں کو اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑا، لیکن قطر نے اپنا تعمیراتی کام جاری رکھا اور وقت سے پہلے ساری تیاریاں مکمل کرلیں اور جائزہ ٹیم نے اس کے حسن انتظام پر مہر تصدیق ثبت کردی۔

مغربی ممالک نے جب پہلی بار قطر کو فیفا کی میزبانی بخشی تو ان کی ترجیحات یہ تھی کہ پوری دنیا کے شائقین جب اپنی تہذیب وکلچر کے ساتھ وہاں پہونچیں گے تو قطر کی تہذیب خاصی متاثر ہوگی اور وہاں مغربی تہذیب افکار وخیالات کے نفوذ کے دروازے کھلیں گے، لیکن قطر میں شیخ تمیم کی حکومت نے اس موقع کا استعمال اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لیے کرنے کی کامیاب منصوبہ بندی کی، اس نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم اٹھائیس دن کے کھیل کے لیے اپنا دین ومذہب نہیں چھوڑ سکتے اور نہ ہی ہم اسلامی تہذیب وثقافت سے کوئی سمجھوتہ کریں گے، اس فیصلہ کے نتیجے میں قطر نے اعلان کیا کہ یہاں ہم جنسی سے جڑے لوگ اور تنظیموں کا داخلہ ممنوع ہوگا، اس نے اس جہاز کو بھی اپنے ملک سے واپس کردیا جس پر ایل جی پی ٹی کا جھنڈا لگا ہوا تھا، اس نے طے کیا کہ فیفا ورلڈ کپ کا آغاز قرآن کریم کی تلاوت سے ہوگا اور اس کے لیے اس نے ایک ایسے قاری غانم المفتاح کا انتخاب کیا جو کمر سے نیچے معذور تھا، اسے فیفا عالمی کپ کے ایمبیڈر کے طور پر متعارف کرایا گیا، اس طرح ہم جنسی کے مقابلے قطر نے معذوروں کو آگے بڑھانے کا کام کیا جو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق تھا۔ اس نے دعوتی کاموں کے لیے ہندوستان سے باہر جلاوطنی کی زندگی گذار رہے ڈاکٹر ذاکر نائک کو بھی قطر بلالیا، اسٹیڈیم میں شراب لے جانے، پینے، عریاں کپڑے پہن کر داخل ہونے پر بھی پابندی لگائی، اسٹیڈیم کے قریب نمازوں کی جماعت کا اہتمام کروایا، پوری دنیا سے آئے مہمانوں کے درمیان اسلام کے تعارف کے لیے ڈاکٹر ذاکر نائک کے خطابات رکھے، دعوت وتبلیغ سے وابستہ افراد کو اس کام پر لگادیا، اسٹیڈیم، سرکاری راہداری، سڑکوں اور مختلف مقامات پر اسلامی تعلیمات کے بڑے بڑے بورڈ، ہوڈنگ اور اسٹیکرس لگائے گیے، عربی کے ساتھ اس کا انگریزی ترجمہ دیا گیا تاکہ غیر ملکی لوگ اس کو سمجھ سکیں، باخبر ذرائع کے مطابق ان تمام طریقہ کار کو بروئے کار لانے کی وجہ سے سینکڑوں لوگ مشرف باسلام ہوئے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے، اسے کہتے ہیں ایمانی فراست کے ساتھ مواقع کا صحیح دعوتی استعمال۔ مغرب کو اس کا اندازہ نہیں تھا کہ قطر اس عالمی کپ مقابلہ میں یہ سب کر گذریگا، اس لیے اب فیفا کی مجلس منتظمہ اور اس کے ذمہ دار کو اس کا افسوس ہے، جس کا اظہار صدر نے ایک انٹرویو میں کر بھی دیا ہے۔

یادوں کے چراغ

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقیؒ

شاہ فیصل اور شاہ ولی اللہ ایوارڈ یافتہ، ماہر معاشیات، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی اور شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ کے سابق استاذ، اردو اور انگریزی میں درجنوں کتابوں کے مصنف، مقاصد شریعت پر گہری نظر رکھنے والے نامور مفکر اور صف اول کے قائد مسلم مشاورت کے بانیوں میں سے ایک ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کا ۱۲/نومبر ۲۰۲۲ء کو امریکہ میں انتقال ہوگیا، تدفین وہیں عمل میں آئی۔

ڈاکٹر محمد نجات اللہ کا آبائی وطن اور جائے پیدائش گورکھپور ہے، ۱۹۳۱ء میں ولادت ہوئی، ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کرنے کے بعد مرکز جماعت اسلامی رام پور یوپی تشریف لے گیے، عربی کی تعلیم یہیں پائی، وہاں کے بعد مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڈھ کا رخ کیا اور وہاں کے جلیل القدر علماء واساتذہ سے کسب فیض کیا اور اسلامی معاشیات واقتصادیات کے رموز ونکات میں درک پیدا کیا، اعلیٰ عصری تعلیم کے حصول کے لیے علی گڈھ میں داخلہ لیا اور ۱۹۶۶ء میں معاشیات میں پی اچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، جب آپ ۱۹۶۱ء میں شعبۂ معاشیات میں لکچرر اور ریڈر مقرر ہو چکے تھے، چند سال بعد ۱۹۷۸ء میں شاہ عبدالعزیز یونیورسیٹی جدہ میں اسلامی معاشیات کے شعبہ میں تقرری عمل میں آئی، ۲۰۰۱ء میں سبکدوشی کے بعد وہ کیلوفورنیا چلے گئے اور کیلی فورنیا یونیورسٹی میں خدمات انجام دینے لگے۔

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کئی زبانوں کے ماہر اور مختلف فنون پر گہری نگاہ رکھتے تھے، لیکن ان کے مطالعہ وتحقیق کا اصل میدان، مقاصد شریعۃ اور اسلامی معاشیات ہی رہا، انہوں نے اسلامی غیر سودی بینک کاری پر زبردست کام کیا، ان کی کتابوں کے تراجم مختلف زبانوں میں ہوئے اور ''ہوٹ کیک'' کی طرح ہاتھوں ہاتھ بکے، ان کتابوں میں انہوں نے اسلامی اقتصادیات سودی بینک کاری کی بہ نسبت زیادہ مفید اور انسانوں کے لیے نفع بخش قرار دیا۔

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کو تصنیف وتالیف کی جو صلاحیت اللہ نے بخشی تھی اس کی وجہ سے پوری دنیا خصوصا عالم اسلام وعرب میں ان کی مقبولیت میں اضافہ ہوا اور مطالعات اسلامی کے شعبہ میں گراں قدر خدمات پر شاہ فیصل ایوارڈ سے ۱۹۸۲ء میں نوازے گیے، ان کی تصنیفات میں اسلام کا معاشی نظام، اسلام کا نظریہ ملکیت، غیر سودی بینک کاری، تحریک اسلامی عصر حاضر میں، اسلامی نشأۃ ثانیہ کی راہ اکیسویں صدی میں، اسلام، مسلمان اور تحریک اسلامی، معاصر اسلامی فکر، مقاصد شریعت وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، انہوں نے امام ابو یوسف کی کتاب الخراج اور سید قطب کی کتاب اسلام کے عدل اجتماعی کا ترجمہ بھی دوسری زبان میں کیا، مختلف جرائد ورسائل میں سینکڑوں علمی مضامین ومقالات لکھے، ان کی انگریزی کتابیں بھی ایک درجن سے زائد ہیں۔

ڈاکٹر صدیقی کا مطالعہ وسیع اور گہرا تھا، وہ سرسری طور پر بات کرنے اور کچھ لکھنے کے عادی نہیں تھے، آج کل جو ہم لوگوں کا مزاج بن گیا ہے کہ'' کاتا اور لے دوڑے''، وہ ان کے مزاج کا حصہ نہیں تھا، وہ علمی اختلافات کا بُرا نہیں مانتے تھے، دوسروں کی رائے کا احترام کرتے تھے، اور اگر کسی کی دلیل مضبوط ہوتی تو رجوع کرنے میں عار نہیں محسوس کرتے، ان کا اخلاقی مقام بھی بلند تھا، ان کے بعض آرا سے اختلاف کیا جاسکتا ہے، لیکن ان کے علمی خلوص پر شبہ نہیں کیا جاسکتا، وہ مزاجا متحمل، بردبار اور صابر وشاکر تھے۔

ان کی موت سے جو خلا پیدا ہوا ہے، اس کی تلافی بہت آسان نہیں ہے، لیکن قادر مطلق کچھ بھی کرسکتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے ان کے نعم البدل اور مرحوم کی مغفرت کی دعا کرنی چاہیے۔

کتابوں کی دنیا

ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

تحقیقی تبصرے - ایک مطالعہ

قلمی نام ظفر کمالی سے مشہور جناب ڈاکٹر ظفر اللہ (ولادت 3/اگست 1959ء) بن کمال الدین احمد مرحوم جائے پیدائش موضع رانی پور بڑہریا سیوان حال مقیم ایم ایم کالونی مل روڈ سیوان ذکیہ آفاق کالج سیوان میں فارسی کے استاذ رہے ہیں، نثر نگاری میں انہوں نے مشہور مزاح نگار احمد جمال پاشا سے کسب فیض کیا ہے اور ان سے شرف تلمذ کو وہ اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں، احمد جمال پاشا کی فکاہت وظرافت سے جو حصہ انہوں نے پایا اس کے نمونے شاعری میں ظرافت نامہ، ڈنک، وغیرہ میں دیکھے جاسکتے ہیں، نثر میں چٹکیاں، بنام مجتبیٰ حسین، میں بھی اس کے نمونے پائے جاتے ہیں، لیکن تحقیقی مقالات وتبصروں میں ان کا اپنا ایک اسلوب ہے جو صاف وشفاف، تعقیدات لفظی ومعنوی سے خالی اور سبک رو ہے۔ اس لیے ان کے تحقیقی تبصرے، تحقیق کی خشکی کے باوجود قارئین کے دل و دماغ کو بوجھل نہیں کرتے، ان کے یہاں اغلاق اور ابہام کا گذر نہیں ہے، جو کہتے ہیں برملا کہتے ہیں، برجستہ؛ مگر تحقیق کی کسوٹی پر پرکھ کر کہتے ہیں۔ اس لیے قاری کو پڑھنے کے بعد اپنے علم میں اضافہ کا احساس ہوتا ہے۔ میرا ماننا ہے کہ اگر کسی کتاب کو پڑھ کر آپ کے علم میں اضافہ نہ ہو تو ایسی کتابوں کے مطالعہ پر وقت لگانا تضیع اوقات کے زمرے میں آتا ہے۔ اس سے کتاب کی اہمیت بھی ختم ہوتی ہے قاری اور مصنف کے درمیان جو رشتہ ہوتا ہے وہ دھیرے دھیرے کمزور ہوجاتا ہے اور پھر کلیۃً ختم ہوجاتا ہے۔

''تحقیقی تبصرے'' ظفر کمالی کی معتبر اور مستند تحقیق ہے۔ اس میں تبصرے کا عنصر کم اور تحقیقی ذوق زیادہ نمایاں ہے، ہمارے دور میں تبصرے کا مفہوم تعارفِ کتاب تک محدود ہوکر رہ گیا ہے، تنقید کا عنصر تقریباً تبصرے سے غائب ہوگیا ہے، تبصرہ نگار کو تحقیق کی فرصت ہی نہیں ہوتی، تحقیق کے لئے جس جاں کاہی اور پِتّہ پانی کرنے کی ضرورت ہے، تبصرہ نگار اس مخمصے میں پڑنا نہیں چاہتا، بلکہ بعض اساطین ادب کی رائے ہے کہ تبصرہ میں تنقید نہیں ہونی چاہیے، میری رائے ہے کہ تبصرہ نگار کا مبلغ علم اگر اس قدر ہو کہ وہ کتاب کے مندرجات پر اپنی تحقیق کی روشنی میں تنقید کرسکتا ہو تو اسے ضرور کرنی چاہے، ایک طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ تبصرہ میں کتاب کے گلشن سے صرف پھول چن کر اس کی عطر بیزی سے قارئین کو واقف کرانا چاہئے، کانٹوں سے دامن کشاں کشاں گزر جانا چاہئے۔ میرے خیال میں دونوں نظریات کے حامل افراط وتفریط کے شکار ہیں، اس سلسلہ میں گیان چندجین کی وہ تحریر جو ان کی کتاب مقدمے اور تبصرے کے صفحہ ۱۴۹، ۱۴۸ پر درج ہے قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے، جناب ظفر کمالی صاحب نے بھی اس اقتباس کو نقل کیا ہے، لکھتے ہیں:

''میرے نزدیک موزوں تر یہ ہے کہ اپنی طرف سے کچھ لکھتے وقت اس موضوع پر دوسروں کی تحریروں میں کوئی تسامح دکھائی دے تو صورت حال پیش کردی جائے، کسی کتاب یا مقالے پر تبصرہ لکھنا ہو تو اس کے دونوں پہلو پیش کردیئے جائیں، محض خوبیوں پر اکتفا کرنا بھی اتنا ہی غلط ہے جتنا محض غلطیاں گنانا (ص ۱۲)

تبصرہ میں تحقیق بھی ہونی چاہئے اور تنقید بھی، ورنہ کتاب میں جو غلط بات درج ہوگئی ہے، وہ نقل ہوتی رہے گی اور قاری گمراہ ہوتا رہے گا قاضی عبدالودود اور عطا کاکوی نے مختلف مضامین ومقالات کے ذریعہ قاری کو غلط اندراج کی جانکاری دی اور قسطوں میں اس کام کو آگے بڑھایا، مولانا عامر عثمانی نے تجلی میں کھرے کھوٹے اور ماہر القادری نے فاران میں تبصرے کا ایک معیار قائم کیا، ظفر کمالی نے تحقیقی تبصرے میں تبصرہ، تحقیق اور عملی تنقید کو یک جا کر اس روایت کو وسعت اور تسلسل عطا کیا ہے۔

تحقیقی تبصرے کی اشاعت ۲۰۱۷ء میں ہوئی، اس کا سرورق خوبصورت اور دیدہ زیب ہے، جو اظہار احمد ندیم کے تجریدی آرٹ کا بہترین نمونہ ہے، یہ الگ سی بات ہے ہے کہ احقر کو تجریدی آرٹ سے کوئی مناسبت نہیں، اور جب بھی اس سے معانی اور مفاہیم کشید کرنا چاہتا ہوں، ڈھیروں پسینہ پیشانی پر اتر آتا ہے، اس عرق ریزی کے بعد بھی پلے کچھ نہیں پڑتا، کمپوزنگ امتیاز وحید کی ہے اور بہت اچھی ہے، جواہر آفسیٹ پرنٹس دہلی کی مطبع سے چھپی، اس کتاب کا ناشر عرشیہ پبلیکیشن ہے، دہلی، الہ آباد، علی گڑھ، ممبئی، پٹنہ، حیدرآباد، اورنگ آباد، کولکاتا، جموں توی کشمیر نصف درجن سے زیادہ جگہوں سے یہ کتاب بآسانی آپ کو مل سکتی ہے، اتنی خوبصورت اور دوسو چالیس صفحات پر مشتمل کتاب کی قیمت تین سو روپے ہے جو زائد تو نہیں ہے، البتہ اردو کے قارئین کی قوت خرید کمزور ہو تو اس میں مصنف کا کیا قصور، دوسرے صفحات کے جو مندرجات ہیں اس کے بالکل اوپر (C) نشان لگا کر رضیہ سلطانہ لکھا گیا ہے، یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ منظور علی بن محمد اسماعیل اسلامیہ محلّہ گوپال گنج کی صاحبزادی رضیہ سلطانہ ظفر کمالی کی اہلیہ ہیں؛ لیکن یہاں نام دینے کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا قصور میری فہم ہی کا ہوسکتا ہے، کتاب کا انتساب بغیر انتساب کے عنوان کے فارسی اور اردو کے اہم محقق سید حسن عباس کے نام ہے، جو ظفر کمالی کے ذریعہ ان کی خدمات کا اعتراف اور دل میں ان کی عظمت کی دلیل ہے۔

پیش گفتار میں ظفر کمالی نے ان محققین اور اساتذہ کا ذکر کیا ہے جن سے انہوں نے تحقیق کا فن سیکھا ہے، ان کے کالبدِ خاکی میں جو روح ہے وہ انتہائی متواضع اور منکسر المزاج ہے اور روح ہی کیا ظاہری رکھ رکھاؤ بھی ان کا اسی انکسار اور تواضع کا مظہر ہے۔ اس لیے انہوں نے شروع میں ہی اس کا اعتراف کیا ہے کہ انہیں محقق ہونے کا دعویٰ نہیں، ان کی حیثیت ادنیٰ طالب علم کی ہے انہوں نے اس مختصر مضمون میں یہ بھی واضح کردیا ہے کہ

''میں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں ممکنہ طور پر پوری ایمانداری برتی ہے، عجلت پسندی میرے مزاج کا حصہ نہیں ہے، کسی بھی موضوع پر لکھتے ہوئے تلاش وجستجو سے کام لینے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے، اور سچ کی پاسداری میں بے جا انکسار سے کام نہیں لیا گیا ہے، صداقت بیانی تحقیق کی بنیادی شرط ہے، یہ حقیقت ہمہ دم میرے پیش نظر رہی ہے، کوئی بات اگر صداقت سے پرے ہے تو اس کا کہنے والا خواہ کوئی ہو اسے بے خوفی سے اجاگر کیا گیا ہے (ص ۱۰)

ظفر کمالی کے نزدیک ''تحقیق دراصل پتھر نچوڑ کر پانی نکالنے کا نام ہے، اس کے لیے جس جگر کاوی کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب کے بس کا روگ نہیں، یہاں سہل پسندی اور عقیدت مندی کا بھی گذر نہیں ہے، دقت پسند طبیعتیں ہی اس میدان میں سرخ رو ہوتی ہیں (ص ۳۰)

مجھے خوشی ہے کہ ظفر کمالی نے تحقیقی تبصرے میں پتھر نچوڑ کر پانی نکالا ہے، اور سہل پسندی سے کام نہیں لیا ہے، البتہ میرا احساس ہے اور ضروری نہیں کہ یہ احساس صحیح بھی ہو کہ ظفر کمالی کو جن شخصیتوں سے عقیدت ہے ان پر لکھتے وقت ان کا لہجہ بدل جاتا ہے، ایسا اس لیے بھی ہوتا ہے کہ ہم جس قدر بھی معروضی مطالعہ کی بات کریں انسانی سرشت کی بڑی سچائی ہے کہ شعور یا تحت الشعور میں جن کی خوبیوں نے جگہ بنا رکھا ہے ہم اس سے اپنے کو الگ نہیں کرپاتے، قلم خود سے چلتا نہیں، اسے ذہن ودماغ اور فکر وشعور کے آمیزہ سے ہی تحریک ملتی ہے۔

تحقیقی تبصرے میں کل گیارہ مقالات ہیں، جن کے عناوین درج ذیل ہیں۔

غلطیہائے مضامین: ایک تبصرے پر تبصرہ، ادبی تحقیق، مسائل اور تجزیہ، تحقیق و تدوین، مسائل ومباحث - ایک تبصرہ، قاضی عبدالودود اور گیان چند جین، قاضی عبدالودود کا خودنوشت سوانحی خاکہ اور سید محمد محسن، قطب مشتری کا تنقیدی مطالعہ از ابوالبرکات کربلائی، مدرس، تدریس اور تحقیق، ضحاک کا ماخذ، بزم فرخ ناٹک، ڈراما اور اسٹیج، گلستاں کا باب پنجم اور پروفیسر کبیر احمد جائسی ہیں۔

مختصر یہ کہ ظفر کمالی نے اپنے تبصروں میں جو تحقیق کے فن کو برتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، اس طرح محنت اور جانکاہی کے ساتھ لکھنے والے ختم تو نہیں، کم ہوتے جارہے ہیں، یہ بڑی اچھی بات ہے کہ ان کی خدمات کا اعتراف ادب اطفال کے حوالہ سے کیا گیا اور انہیں ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ سے نوازا گیا، ہم انہیں مبارکباد دیتے ہیں اور صحت وعافیت کے ساتھ ان کی درازئ عمر کی دعا کرتے ہیں، آمین یارب العالمین

حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

افادات سبحانی استاذ العلماء حضرت مولانا عبد السبحان صاحب رحمانی استاذ حدیث جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر کی ایک تازہ تصنیف ہے، جس میں انہوں نے دعاء و مناجات کی فضیلت واہمیت پر روشنی ڈالی ہے، جو کہ یقیناً بوئے گل در برگ گل کا مصداق ہے، انہوں نے سلسلہ بیان میں مختلف اولیاء کرام کے دلکش واقعات کو بھی استدلال میں پیش کیا ہے، ان میں بعض واقعات ایسے ہیں جن سے قارئین درس عبرت لے سکتے ہیں، ان کی دلچسپی کے لئے یہاں اس کتاب سے چند واقعات ذکر کئے جاتے ہیں

امام بخاریؒ کی والدہ کا واقعہ

امام بخاریؒ ۱۳؍شوال ۱۹۴ ہجری کو جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ بخارا میں پیدا ہوئے، شروع میں آپ کمزور اور بہت لاغر تھے، معلوم نہیں کیا وجہ پیش آئی کہ امام صاحب بچپن ہی میں نابینا ہو گئے، جس کی وجہ سے ان کی والدہ محترمہ کو بڑا صدمہ اور بڑا قلق تھا، اس بیچاری نے انتہائی گریہ وزاری کے ساتھ خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں امام بخاری کی بصارت اور بینائی کے لئے دعا کرنا شروع کر دیا، اس درمیان ایک مرتبہ ماں نے رات کو خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، آپ فرما رہے ہیں: اللہ تعالیٰ نے تمہاری گریہ وزاری اور دعا قبول فرمالیا اور تمہارے بیٹے کی بینائی لوٹا دی، اب جب ماں صبح کو بیدار ہوئی تو ان کی آنکھوں نے دیکھا کہ لخت جگر کی دونوں آنکھوں میں پورے طور پر روشنی موجود ہے۔

سبحان اللہ، الحمد للہ آپ نے غور کیا وہ بھی ایک ماں تھی، وہ بھی ایک عورت تھی؛ لیکن ان کی زبان اور ان کی دعا میں بلا کی تاثیر تھی اور آج ہم اس تاثیر سے محروم ہیں، آخر کیوں؟ وجہ صرف یہ ہے کہ ان کی زبان پر قرآن تھا، ان کی زبان پر اللہ کا ذکر تھا، ان کے دل میں اللہ کی یاد تھی، روزہ اور نماز کا اہتمام تھا، آج ہماری زبان پر گالی ہے، ہماری زبان پر چغلی اور غیبت ہے، ہمارا دل خدا کی یاد سے غافل ہے، نماز اور روزہ کا اہتمام بالکل نہیں، آخر ہماری دعا میں تاثیر کہاں سے آئے گی۔

قصیدہ بردہ کے مؤلف کو فالج سے صحت

قصیدہ بردہ عالم اسلام کے ہر گوشہ اور ہر خطہ میں پڑھا اور سنا جاتا ہے، جس طرح یہ قصیدہ نعت رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) میں لاجواب اور بے مثل ہے، اسی قصیدہ کا محرک اور باعث بھی اتنا ہی ایمان افروز اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات کو متلاطم کر دینے والا ہے، قصیدہ بردہ کے مصنف امام بوصیری محمد بن سعد بن حماد فرماتے ہیں: میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں چند قصائد لکھے تھے کہ اسی دوران مجھ پر فالج کا حملہ ہوا اور نیچے سے میرا نصف بدن مفلوج ہو گیا، اس حادثہ کے بعد بھی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کہنے کی فکر میں مستغرق تھا اور یہ قصیدہ تیار ہو گیا، میں نے اس قصیدہ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے صحت کی دعا مانگی اور سو گیا، میں خواب میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرہ پر اپنا دست مبارک پھیرا اور مجھ پر اپنی چادر مبارک ڈال دی، اب جب میں بیدار ہوا تو پوری طرح صحت مند تھا اور فالج کے مرض کا دور دور تک کوئی نشان نہیں تھا، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام بوصیری پر اپنی چادر ڈالی تھی اور عربی میں چادر کو بردہ کہتے ہیں، اسی وجہ سے یہ قصیدہ "قصیدہ بردہ" کے نام سے مشہور ہو گیا، معلوم ہوا کہ دعا میں کسی بھی مقدس عمل اور پاک اور بڑی شخصیت کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے اور دعا میں وسیلہ کو بہت بڑا دخل ہے۔

چندہ لینے والے کی مقبول دعا

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ قحط سالی ہوئی، جس کی وجہ سے گرانی اور مہنگائی بہت ہو گئی، لوگ پریشان ہو گئے، اسی دوران عرب کا ایک وفد آپ کی خدمت میں آیا، وفد اور قافلہ کے امیر نے سیدنا عمر ابن عبد العزیزؒ سے عرض کیا، اے امیر المومنین! ہم سب آپ کی خدمت میں انتہائی مجبوری اور ایک سخت ضرورت کی وجہ سے عرب علاقہ سے حاضر ہوئے ہیں، یا امیر المومنین! بیت المال کی رقم اگر مخلوق خدا کی ہے تو آپ ان میں سے ہم لوگوں کو بھی عنایت فرما دیجئے، اس وقت ہم سب اس کے زیادہ مستحق ہیں، ہاں اگر آپ کی ذاتی ملکیت ہے تو پھر ہماری درخواست ہے کہ اس میں سے صدقہ وخیرات کی لائن سے ہماری نصرت اور مدد فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائیں گے، ان حضرات کی پریشانی سن کر امیر المومنین کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا: آپ بے فکر رہیں، آپ کے ساتھ آپ کے لائق مناسب سلوک کیا جائے گا پھر حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ نے ان کی ضروریات پوری کرنے کا حکم فرمایا اور وہ حضرات سامان لے کر روانہ ہو گئے۔

یہ لوگ ابھی کچھ دور ہی گئے تھے کہ امیر المومنین نے وفد کے ذمہ دار کو آواز دے کر بلایا اور عرض کیا کہ جس طرح آپ سب نے لوگوں کی ضرورتوں کو مجھ تک پہنچایا ہے، اسی طرح میری دارین کی ضرورتوں کے لئے دربار خداوندی میں آپ لوگ دعا فرما دیں، یہ سنتے ہی متکلم نے قافلہ والوں کے ساتھ دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیا اور فرمایا خدایا حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ کے ساتھ اپنے مخصوص ومقبول بندوں جیسا معاملہ فرما، ابھی دعا کا سلسلہ جاری تھا کہ اسی وقت آسمان سے ایک بادل اٹھا اور زور دار بارش شروع ہو گئی، اسی بارش میں ایک بڑا برف کا ٹکڑا ان حضرات کے سامنے آگرا اور ٹوٹ کر بکھر گیا، اس میں سے چھوٹا سا کاغذ کا پرچہ نکلا، اس میں لکھا ہوا تھا: یہ رقعہ عمر ابن عبد العزیز کے لئے زبردست قبول والے احکم الحاکمین کی جانب سے جہنم کی آگ سے نجات کا پروانہ ہے، قافلہ کے امیر نے وہ رقعہ اور پرچہ حضرت ابن عبد العزیزؒ کی خدمت میں پیش فرما دیا اور روانہ ہو گئے۔

یہ واقعہ علامہ دمیریؒ کی کتاب حیات الحیوان جلد اول میں لکھا ہوا ہے، اس واقعہ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ بوقت ضرورت چندہ لینے والوں کی دعا چندہ دینے والے کے حق میں اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتے ہیں، اس لئے مسلمانوں کو اس سے غفلت برتنا بالکل مناسب نہیں، معارف القرآن جلد اول میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت سلیمان بن عبد الملک مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، انہوں نے حضرت ابو حازم تابعیؒ سے دریافت فرمایا کہ اے ابو حازم کون سی اور کس آدمی کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، جواب میں حضرت نے فرمایا: جس شخص پر احسان کیا گیا ہو، اس کی دعا اپنے محسن کے لئے سب سے زیادہ قبول ہونے کا امکان ہے، یعنی لینے والے کی دعا قبولیت کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

ماں کی دعا کا اثر

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنے ہمراہ سولہ سترہ برس کے ایک بچہ کو لے کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ نے عورت کو تو اپنے ہی گھر میں مستورات کا مہمان بنالیا اور اس کے لڑکے کو ہماری مہمانی میں دے دیا، اس کے آنے کے کچھ ہی دنوں بعد مدینہ منورہ میں ایک وبائی مرض پھیل گیا، اس میں یہ لڑکا بھی مبتلا ہو گیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اسی مرض میں لڑکے کا انتقال ہو گیا، انتقال کے بعد اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کی آنکھیں بند کر دیں اور صحابہ کرام کو اس کی تجہیز وتکفین کا حکم بھی دے دیا، جب ہم لوگوں نے غسل دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے انس! اس کی والدہ کے پاس جاؤ اور ان کو اس حادثہ کی خبر دے دو، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے ان کی والدہ کو اس کے لڑکے کے انتقال کی خبر دے دی تو وہ عورت اسی وقت اپنے بچہ کے جنازے کے پاس آئی اور اس کے قدموں کے پاس بیٹھ گئی، غم سے نڈھال، بیٹے کا پاؤں پکڑ کر دربار الٰہی میں اس طرح عرض کرنے لگی، یا اللہ! میں دل سے آپ پر ایمان لائی ہوں، زمانہ جاہلیت کے بتوں سے سخت متنفر ہو کر سچے دل سے توبہ کی ہے، صرف اور صرف تیری محبت میں ہجرت کر کے تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر حاضر ہوئی ہوں، اے اللہ! اب تو مجھ پر بت پرستوں کو ہنسی اڑانے کا موقع نہ دے اور مجھ کمزور و بے بس اور بے سہارا عورت کو مصیبت میں مبتلا نہ فرما، جس کے برداشت کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کے ختم ہوتے ہی اس لڑکے نے جنازہ میں اپنے پیروں کو حرکت دینا شروع کر دیا اور خود ہی اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا کر بیٹھ گیا۔ (ترجمان السنۃ: ۳۴۶؍۴، از سید محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی) بھائیو! آخر یہ مردہ زندہ کیسے ہو گیا، کیا کوئی دوا کھلائی گئی؟ کوئی منتر پڑھا گیا؟ جھاڑ پھونک کیا گیا؟ نہیں؛ بلکہ صرف اور صرف ماں کی آہ وزاری اور دل سے نکلی ہوئی دعا نے بیٹے کو زندہ کر دیا، اس کے بعد یہ لڑکا کافی دنوں تک زندہ رہا، یہاں تک کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دار فانی سے تشریف لے گئے، معلوم یہ ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں مرد حضرات تو بڑے مستجاب ہوئے ہی ہیں، مگر عورتوں نے بھی اپنی عبادت وریاضت، اپنی پاک دامنی اور اپنی گریہ وزاری کے ذریعہ اللہ کو راضی کیا اور منایا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح راہ پر چلنے اور اپنے رب سے مانگنے کی توفیق عطا کرتا رہے۔

در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا — مگر جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو

درود شریف پڑھنے کی برکت

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے یہ حکایت سنی کہ حضرت سفیان ثوریؒ طواف کر رہے ہیں، انہوں نے ایک شخص کو دیکھا، جو ہر قدم پر درود شریف پڑھتا تھا، حضرت سفیان ثوریؒ نے پوچھا، اے شخص کیا بات ہے کہ طواف کے درمیان تسبیح وتہلیل کے بجائے تو ہر قدم پر درود شریف پڑھتا ہے، اس میں کوئی علمی بات معلوم ہو تو بتاؤ، تو اس نے پوچھا تم کون ہو؟ اللہ تیرے علم میں اضافہ کرے، انہوں نے کہا کہ میرا نام سفیان ثوریؒ ہے، وہ شخص کہنے لگا کہ اگر تو اپنے وقت کا امام نہیں ہوتا تو میں یہ راز تجھے نہیں بتاتا اور نہ ہی اپنے حال پر مطلع کرتا، واقعہ یہ ہے کہ میں ایک مرتبہ اپنے والد کے ساتھ حج بیت اللہ کے سفر پر نکلا، سفر کے دوران میرے والد بیمار ہو گئے، میں نے ان کا بہت علاج کیا، لیکن وہ بے سود رہا، ایک رات میں والد کے سرہانے بیٹھا تھا کہ وہ فوت ہو گئے اور چہرہ بالکل سیاہ ہو گیا، اس کا مجھے بڑا صدمہ ہوا، میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور چادر سے اپنے والد کا منہ ڈھانپ دیا، اتنے میں مجھے نیند آگئی، اور میں سو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک انتہائی حسین وجمیل شخص ہے کہ اس جیسا خوبصورت کبھی دیکھنے میں نہیں آیا، نہ اس سے بڑھ کر پاکیزہ اور اجلا لباس کبھی دیکھا اور نہ اس سے بہتر کبھی کوئی خوشبو اور مہک نصیب ہوئی، وہ قدم بقدم چلا آ رہا تھا اور میرے والد کے پاس پہونچ گیا، ان کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور اپنا دست مبارک چہرے پر پھیر دیا، جس سے چہرہ بالکل سفید اور منور ہو گیا، اب یہ شخص واپس ہونے لگا، تو میں دامن سے لپٹ گیا اور پوچھا، اے اللہ میں احسان فرمایا، تو ارشاد ہوا کہ تو مجھے نہیں پہچانتا ہے، میں محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، جس پر قرآن نازل ہوا، تیرا باپ گو ذاتی طور پر گناہ کرتا تھا، لیکن مجھ پر درود کثرت سے خواب سے بیدار ہوا تو دیکھا کہ میرے والد کا چہرہ سفید اور روشن تھا، یہ ہے درود پاک پڑھنے کا فائدہ۔

حرام غذا سے فاسد خون بنتا ہے

مورخین نے لکھا ہے کہ کوفہ میں مستجاب الدعوات لوگوں کی ایک جماعت تھی، جب کوئی حاکم ان پر مسلط ہوتا تو یہ حضرات اس کے لئے بددعا کرتے اور وہ ہلاک ہو جاتا، حجاج بن یوسف جب ان لوگوں پر مسلط ہوا تو اس نے مستجاب الدعوات کی دعوت کی، جب وہ کھانے سے فارغ ہو چکے تو حجاج نے کہا، اب میں ان لوگوں کی بددعا سے محفوظ ہو گیا، اسلئے کہ حرام لقمہ ان کے پیٹ میں داخل ہو گیا، کیونکہ حرام غذا استعمال کرنے سے فاسد خون اور خراب گوشت بنتا ہے، اس کی وجہ سے انسان برے اعمال کا مرتکب ہوتا رہتا ہے، اس لئے حرام کمائی سے بچنے اور اپنی اولاد کو بھی بچایئے۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

مولانا عزیز احمد مدنی

ہمارا ملک ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں مختلف مذاہب وادیان اور مختلف عقیدہ، فکر ونظر کے حامل لوگ، مختلف ثقافت وتہذیب اور مختلف زبان بولنے والے لوگ بستے ہیں، باہمی ارتباط، ہم آہنگی، بھائی چارگی اس ملک کی قدیم وراثت رہی ہے۔ بلاتفریق مذہب وملت سب ایک دوسرے کے ساتھ باہم مل کر امن وامان کے ساتھ رہتے رہے ہیں۔ سب اپنے دین ومذہب پر قائم رہ کر یکجہتی کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں اور اپنے آپ کو ہندوستانی کہلانے پر فخر محسوس کرتے رہے ہیں۔ علامہ اقبال کا یہ نغمہ ہم آج بھی گنگناتے ہیں:

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہیں ہندوستاں ہمارا

اس ملک کا رشتہ اسلام اور اہلِ اسلام سے بہت پرانا ہے۔ پہلی صدی ہجری میں اسلام کی روشنی اس دیار میں پہنچی اور پھر رفتہ رفتہ اس کی قندیلیں روشن ہوتی رہیں اور شمع اسلام کے پروانے اس کے گرد جمع ہوتے رہے۔ متبعین اسلام نے ملک کے باسیوں کو ان کے حقوق دیئے۔ عورتوں کی عفت وعصمت کی حفاظت کی۔ زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا۔ مسلم سلاطین نے صدیوں اس ملک میں حکمرانی کی۔ اسے اپنا وطن سمجھا اور حکومت وسیاست، علم وفن، صنعت وحرفت، زراعت وتجارت، تہذیب ومعاشرت ہر حیثیت سے اس کو ترقی دے کر صحیح معنوں میں ہندوستان کو جنت نشان بنایا۔ بقول علامہ شبلی نعمانی: ’’گو مفتوح قوم اسے احسان نہ مانے لیکن در ودیوار سے شکر گزاری کی صدائیں آتی ہیں۔‘‘ (اسلامی حکومت اور ہندوستان میں اس کا تمدنی اثر، ص 2)

مگر بڑے کرب اور افسوس کی بات ہے کہ اب اس ملک کی ہم آہنگی، بھائی چارہ اور میل ملاپ کی وہ قدیم روایت اور وراثت ختم ہوتی محسوس ہو رہی ہے۔ یہ ملک بھی اب اکثریت اور اقلیت کے بھنور میں پھنس گیا۔ ملک کا ایک طبقہ ماضی کی مسلم حکومت کو اپنے لئے عار سمجھ کر موجودہ مسلمانوں سے اپنی خفت کا انتقام لینے کے درپے ہے اور اپنی قوت کے زعم میں اقلیت کے حقوق پر درپردہ قدغن لگانے کی فراق میں ہے۔

ان تمام پیچیدہ حالات کے باوجود پوری دنیا کا مسلمان اپنے اسلامی وصف صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتا ہے اور ملک کے مفاد میں ہمیشہ سوچتا رہتا ہے۔ ملک سے وفاداری کا عہد کرتا ہے اور پُرامن انداز میں آئینی طور پر اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے۔ لیکن اس عہد وفاداری کے باوجود ملک میں نقضِ امن، انتشار وبدامنی، انتہا پسندی، دہشت گردی، ملک سے بے وفائی وغداری اور سالمیت میں رخنہ ڈالنے اور نقصان پہنچانے وغیرہ جیسے خبیث اتہامات اور اعمال بد اِسی قوم اور فرد کے سر منڈھ دیا جاتا ہے۔

کسی بھی ملک کا استحکام ملک کے حکمرانوں میں ملک کے تئیں وفاداری، خلوص اور رعایا پروری کے جذبے کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا۔ حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک اور رعایا کے مفاد کو پیش نظر رکھیں اور ملک کو ترقی کی راہ پر لے کر چلیں اور ملک میں قیام امن وامان کی ہر ممکن کوشش کریں، عدل وانصاف سے کام لیں۔ اس کے بغیر خوشحالی و ترقی اور امن وامان کا تصور ممکن نہیں۔

جیسا کہ گزر چکا کہ ہمارا ملک ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں مختلف عقیدہ وفکر کے حامل اور مختلف ادیان وملل کے لوگ آباد ہیں۔ ایسے مشترک ماحول میں پرامن معاشرے کی تشکیل کیسے ہو؟ قومی یکجہتی کو فروغ کیسے حاصل ہو؟ یہ اہم نکتہ ہے۔ بالخصوص عصر حاضر میں جبکہ مذہب اسلام پر آج پوری دنیا کی نگاہیں ٹیڑھی اور ترچھی ہیں اور زبانیں تلوار کی دھار سے تیز ہیں۔ ایسے ماحول میں جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، اسلامی تاریخ اور خلفاء راشدین کے عہدِ زریں کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت اور نبیؐ نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان پُرامن معاشرے کی تشکیل کن اصولوں پر کی اور اسلامی اسٹیٹ کے زیرنگیں ذمیوں، غیر مسلموں کے ساتھ اسلام نے کس رواداری کا سلوک اور اس کا مظاہرہ کیا۔

یوں تو غیر مسلموں کے ساتھ رواداری کی مثالیں اور واقعات سے اسلامی تواریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ یہاں بطور نمونہ ایک جھلک پیش کی جاتی ہے جس سے واضح ہوسکے کہ رسول اللہؐ نے اس مخلوط آبادی پر پُرامن معاشرے کی تشکیل کن اُصولوں پر فرمائی جو ہمارے لئے باعثِ عبرت ونمونہ ہوسکے۔

1-مواطنت: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ وہاں کی آبادی مخلوط آبادی تھی۔ وہاں مختلف خیال وفکر اور دین وعقیدہ کے لوگوں کا سامنا تھا۔ مختلف قبائل آباد تھے، مختلف پیشے کے لوگ تھے۔ قریش کے مہاجرین، اوس وخزرج کے مسلمان بھی تھے۔ مزید یہود کے تین قبیلے بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ کے لوگ تھے۔ اہلِ یثرب کے آباد کردہ اعراب اور غلام وموالی بھی موجود تھے۔ موجودہ اصطلاح کے مطابق مخلوط معاشرہ تھا۔ آپؐ نے اس شہر مدینہ میں امن وسلامتی کا ماحول قائم کیا، عفو ودرگزر سے کام لیا، مدینہ منورہ میں موجود تمام مذاہب ومسالک کے ماننے والوں کے درمیان عدل وانصاف، باہمی تعاون اور ہم آہنگی پر زور دیا اور ایک تحریری دستور قلم بند کیا جو تاریخ میں میثاق مدینہ سے مشہور ہے۔

بلاشبہ انسان جہاں پیدا ہوتا ہے، سکونت اختیار کرتا ہے، پلتا بڑھتا جوان ہوتا ہے اس کو وطن اور اس کی خاک سے محبت ہوتی ہے اور یہ ایک فطری امر ہے۔ دنیا کے ہر خطے کے انسان کو اپنے وطن سے دلی لگاؤ ہوتا ہے، قلبی محبت ہوتی ہے۔ وہ اس کی ترقی، آن بان شان کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دیتا ہے اور مالی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ ہندوستانی مسلمانوں کو بھی اپنے وطن سے اسی قدر پیار ومحبت ہے جتنا کہ ہر ملک کے باشندے کو اپنے ملک سے ہونا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے پیدائشی شہر مکہ سے بڑی اُلفت اور محبت تھی۔ چنانچہ ترمذی شریف کی ایک روایت میں آپؐ نے اپنی محبت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا: ’’اللہ کی قسم! روئے زمین پر اللہ کے نزدیک سب سے بہتر اور محبوب سرزمین مکہ کی زمین ہے۔ اگر مجھے یہاں سے نہ نکالا جاتا تو میں یہاں سے نہیں نکلتا۔‘‘ (سنن الترمذی: 3925)

ہاں اتنا ضرور ہے کہ ہم صاحبِ ایمان خاک وطن سے محبت بھرپور کرتے ہیں لیکن اسے اپنا معبود ومسجود نہیں سمجھتے۔ ہماری پیشانی اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لئے سربسجود ہوتی ہے۔ وہی ہمارا معبود حقیقی اور مسجود ہے۔ اس کے سوا کسی بھی مخلوق کے لئے سجدہ ہم روا نہیں سمجھتے۔ یہ ہمارا ایمانی وصف اور خاصہ ہے۔

2-احترام آدمیت و انسانیت: اسلام کی نگاہ میں انسان محترم ومکرم ہے، خواہ اس کا دین وعقیدہ کچھ بھی ہو۔ سماج ومعاشرے میں اس کا مرتبہ ومقام جو بھی ہو، انسایت کے شرف وکرم میں سب یکساں ہیں اور سب کے سب امن وشانتی اور سلامتی کے ساتھ یکساں زندگی گزارنے کا حق رکھتے ہیں۔ قرآن کریم ہے: **وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۔** یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور ان میں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔ (اسراء: 70) نیز فرمایا: **لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِىٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ۔** یقیناً ہم انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔ (التین: 4)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کے احترام اور اس کی تکریم کی وضاحت اور صراحت حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے دیئے گئے خطبے میں فرمائی اور پوری بشریت کو اس کی تلقین فرمائی: لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کے سبب۔ لوگو! قیامت کے دن خدا میری نسبت پوچھے گا تو کیا جواب دو گے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم کہیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا‘‘۔ اس کے بعد آپ نے ہدایت فرمائی کہ جو حاضر ہیں وہ ان لوگوں کو یہ باتیں پہنچا دیں جو حاضر نہیں ہیں۔

یعنی سارے انسان یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔ فرق ہے اور اعتبار ہے تو تقویٰ کا۔ بنی آدم میں معزز وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ فرمانبردار ہو۔ ’’**اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ**‘‘ اس پیغام کے ذریعے رسول عربیؐ نے دنیا کے تمام لوگوں کو اپنا بھائی اور اپنے جیسا انسان سمجھنے کی تلقین کی۔ نسلی منافرت کو دور کیا، ایک دوسرے سے حسنِ سلوک کی تعلیم دی اور رواداری کا بنیادی اُصول دیا کہ ہم دوسری قوموں کے افراد کو اپنے جیسا ہی سمجھیں، کیونکہ اسی وقت ہم ان سے رواداری اور حسن سلوک کا برتاؤ کر سکتے ہیں۔ اور اگر ہم نے دوسروں کو کمتر، حقیر اور ذلیل درجے کا انسان سمجھا تو پھر ان کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کا برتاؤ محال ہوگا۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ احترام وتکریم صرف زندہ افراد کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ ایک مردہ غیر مسلم کے جنازے کے احترام میں قیام فرما کر کیا اور اپنے متبعین کو جنازہ دیکھ کر قیام کرنے کی تلقین فرمائی۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزارا گیا تو آپؐ اُٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ آپؐ سے کہا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے تو فرمایا: بلاشبہ موت ایک گھبراہٹ والی چیز ہے (یعنی موت ایسی چیز ہے جسے دیکھ کر انسان پر گھبراہٹ طاری ہوتی ہو، لہذا) جب تم لوگ جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔ (مسلم، جنائز: 782)

3-حریت و آزادی ضمیر: معاشرے میں پُرامن ماحول قائم کرنے کے لئے آزادی کا ہونا بے انتہا ضروری ہے۔ حریت وآزادی انسانی تکریم کے مظاہر میں سے ایک اہم مظہر ہے۔ اسلام نے اسے انسان کا پیدائشی اور فطری حق سمجھا ہے۔ جبر وسختی کو ناجائز اور حرام بتایا ہے۔ اسلامی شریعت نے دینِ حق کے اختیار کے لئے کسی پر جبر واِکراہ کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔

4-عبادت گاہوں کا تحفظ اور مذہبی رواداری: اسلامی ریاست نے ذمیوں اور غیر مسلموں کو اپنے مذہب اور اعتقادات پر باقی رہنے اور اپنے مذہبی شعائر اور مذہبی مراسم کی ادائیگی کے لئے مکمل آزادی دی ہے۔ کسی کو اپنے دین وعقیدہ بدلنے پر مجبور نہیں کرتی۔ اسلامی حکومت ان کے پرسنل لا میں کوئی مداخلت نہیں کرتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران سے جو معاہدہ فرمایا، اس میں یہ بات بھی شامل تھی کہ ان کی عبادت گاہیں منہدم نہیں کی جائیں گی، ان کے مذہبی پیشوا سے تعرض نہیں کیا جائے گا اور نہ انہیں ان کے دین سے ہٹایا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء راشدین کا تعامل بھی اسی طرح کا رہا ہے۔ چنانچہ خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار کے مذہبی معاملات کے تعلق سے جو معاہدہ لکھا اس کے الفاظ کچھ یوں ہے: ان کی عبادت گاہوں، کنیسہ اور گرجا گھروں کو منہدم نہ کیا جائے، ان کا قلعہ مسمار نہ کیا جائے جس سے وہ اپنے دشمنوں سے بچاؤ کرتے ہیں، ناقوس بجانے سے منع نہ کیا جائے اور ان کے صلیب سے جسے وہ اپنی عید اور خوشی کے مواقع پر نکالتے ہیں۔

5-عدل و انصاف: پرامن معاشرے کے قیام کے لئے عدل وانصاف کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اسی لئے اسلام نے اس پر بڑا زور دیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: ’’کسی قوم کی دشمنی اور عداوت تم کو اس بات کا ملزم نہ کرے کہ تم موقع پر عدل و انصاف نہ کرو، بلکہ ٹھیک قانون کے ساتھ فیصلہ کرو۔ یہی نیک نیتی کی علامت ہے‘‘۔ (المائدہ: 8) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غیر مسلموں پر ظلم اور ناانصافی سے منع فرمایا ہے۔ فرمان رسولؐ ہے: کسی نے کسی معاہد پر ظلم کیا یا اس کی تنقیص کی یا اس کی طاقت سے زیادہ اسے مکلّف بنایا یا اس کی مرضی کے بغیر اس سے کچھ لیا تو بروز قیامت اس کی جانب سے میں فریق بنوں گا۔

اس طرح کی اور بہت سی حیرت انگیز رعایتیں اسلام نے اپنے زیرنگیں غیر مسلم رعایا کو دی ہیں۔ اسلام جیسی رواداری اور برتاؤ اپنی رعایا کے ساتھ اسلام سے پہلے یا بعد میں کسی سلطنت، حکومت یا بادشاہ کے دور حکومت میں نہیں ملتا۔ رب دو جہاں سے اسلام کو سربلندی عطا فرمائے اور حکمرانوں کو راج دھرم نبھانے اور رعایا کی خدمت کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

اسلام میں طلاق کا قانون اور اس کا فلسفہ

مولانا محمد عمر قاسمی، سہارنپور

اللہ تعالی نے تمام حیوانات ونباتات کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے، یعنی تمام جانداروں کونر و مادہ کے روپ میں ڈھالا ہے، تاکہ ان کے ملاپ سے ان کی نسلیں مشیت الٰہی کے تحت تسلسل کے ساتھ جاری رہیں اور جدید تحقیقات کے مطابق یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ پیڑ پودوں میں بارآوری کا یہ عمل نہایت درجہ حیران کن طریقوں سے عمل میں آتا ہے، جو کارساز عالم کی ربوبیت اور اس کی کرشمہ سازیوں کا ایک انوکھا روپ ہے۔

حیوانی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہر نوع اور ہر صنف میں ایک دوسرے کیلئے کشش والفت رکھ دی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے کی طرف کھینچ سکیں، اور ان کے درمیان مل ملاپ کا سلسلہ جاری رہے، مگر جہاں تک نوع انسانی کا تعلق ہے اس پر خالق کائنات نے چند قیود و پابندیاں عائد کر کے دیگر انواع حیات کے برعکس آزاد جنسی تعلق کو ممنوع قرار دیا ہے، کیونکہ انسان محض ایک حیوان یا کوئی پیڑ پودا نہیں، بلکہ اشرف الخلوقات ہے، جس کو ذہنی واخلاقی شعور سے بھی سرفراز کیا گیا ہے، اور اسی ذہنی واخلاقی شعور کی بنا پر اسے ایک ذمہ دار اور مہذب ہستی قرار دیا گیا ہے، اور اس منصب سے دیگر تمام انواع حیات محروم ہیں۔

مجرد جنسی لذت طلبی ممنوع: اللہ تعالی نے نوع انسانی کے لئے جب آزاد جنسی تعلق کو ممنوع قرار دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اب ایک محدود ازدواجی زندگی گزارے اور اس کے لئے اس نے نکاح کا ضابطہ تجویز کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام آسمانی مذاہب میں لوگوں کو نکاح کی ترغیب دی گئی ہے، اور بغیر نکاح کے کسی عورت سے جنسی تعلق قائم کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مردوں اور عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، جو محض جنسی لذت کی خاطر بے راہ روی میں مبتلا ہوں، اور آزاد جنسی تعلقات کے خواہشمند ہوں یا محض تنوع اور لطف اندوزی کی خاطر شوہر بیوی کو طلاق دینے والا ہو، یا بیوی شوہر سے طلاق طلب کرنے والی ہو، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''لعن اللہ الذواقین و الذواقیات'' اللہ لعنت کرے جنسی چسکا اٹھانے والے مردوں اور عورتوں پر۔ غرض اسلام میں جس طرح آزاد جنسی تعلق اور خفیہ آشنائی اور داشتہ گری کی ممانعت ہے، اسی طرح جنسی عیاشی کی خاطر اپنی منکوحہ عورت کو بلا وجہ طلاق دے کر کسی دوسری عورت سے بیاہ رچانا بھی سخت ناپسندیدہ فعل ہے، چنانچہ سورہ نساء میں جہاں پر محرمات (وہ عورتیں جن سے کسی صورت میں نکاح نہ ہو سکے) کا بیان آیا ہے وہاں پر یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ باقی عورتیں (غیر محرمات) صرف اسی صورت میں حلال ہو سکتی ہیں جب کہ وہ قید نکاح میں آ چکی ہوں یعنی آزاد وشہوت رانی نہ پائی جاتی ہو'' وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ'' (سورہ نساء آیت نمبر۲۴) اور ان (محرمات) کے سوا باقی عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں، اس طرح کہ مال خرچ کر کے ان سے نکاح کرلو بشرطیکہ اس سے مقصود عفت قائم رکھنا ہو، نہ کہ شہوت رانی کرنا، اس کی مزید وضاحت سورہ مائدہ میں اس طرح کی گئی ہے: ''إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ'' ۔(سورہ مائدہ آیت نمبر۵) جب کہ تم ان عورتوں کے مہر انہیں دیدو، اس طور پر کہ تم قید نکاح میں آجاؤ نہ کہ بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والے ہو۔

زناکاری میں معاشرے کی تباہی: اس اعتبار سے اسلامی شریعت میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے، اور بے نکاحی جنسی تعلقات یعنی زنا کاری کی سخت مذمت کی گئی ہے، اسلام میں زنا کاری ایک سخت ترین معاشرتی گناہ اور قابل تعزیر جرم ہے، اگر کوئی شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت اس فعل بد میں مبتلا ہو جائے تو اس کی سزا ان دونوں کی سنگساری ہے، لہذا اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنے کے لئے اسلام مرد اور عورت کو حلال طریقہ اختیار کرنے یعنی نکاح کا ذریعہ اپنانے کی تاکید کرتا ہے، تاکہ معاشرے میں بداخلاقی اور جنسی مفاسد فروغ نہ پائیں جو اس کی تخریب وتباہی کا باعث ہوتے ہیں، ظاہر ہے کہ جس معاشرے میں آزاد جنسی تعلقات یا زنا کاری کا دور دورہ ہو اس کا خاندانی نظام ٹوٹ جاتا ہے، لاوارث اور حرامی بچوں کی بہتات ہو جاتی ہے، افراد معاشرے کی اخلاقی حالت گر جاتی ہے، اور وہ بہت سے امراض خبیثہ کا شکار بھی ہو جاتے ہیں، جیسا کہ آج مغربی ممالک میں جنسی انارکی اور انتشار کی بدولت حالات بد سے بدتر ہو گئے ہیں اور اس سلسلہ میں جو اعداد وشمار ہمارے سامنے آئے ہیں، وہ حد درجہ ہولناک ہیں، اسی وجہ سے اسلام میں آزاد جنسی تعلقات یا زنا کاری کی سخت سے سخت سزا تجویز کی گئی ہے، تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں، اور اس کی برائی ان کے ذہن ودماغ میں بیٹھ جائے۔

طلاق کا جواز کس لئے: جس طرح نکاح ایک شرعی وسماجی بندھن ہے جو مرد اور عورت کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیتا ہے، اسی طرح طلاق ایک ایسا اعلان ہے جو دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتا ہے۔

نکاح کا مقصد گھریلو تعلقات کی استواری اور طرفین کا اپنی اپنی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کرتے رہنا ہے، مگر بعض اوقات اختلاف مزاج یا طرفین میں سے کسی کے ظلم وزیادتی یا دیگر وجوہات کی بنا پر اپنی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کرنا ممکن نہیں رہتا۔ ایسی صورت میں جب معاملہ حد سے بڑھ جائے اور کسی اصلاح کی امید ہی باقی نہ رہ جائے تو پھر شریعت اجازت دیتی ہے، کہ طلاق یا خلع کے ذریعہ اس معاشرتی بندھن سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے، بلکہ بعض اوقات شر سے بچنے کے لئے اس قسم کا چھٹکارا حاصل کر لینا ہی زیادہ بہتر ہوتا ہے، تاکہ مزید خرابیاں پیدا نہ ہونے پائیں۔

اسلام طلاق کو قانوناً ناجائز قرار نہیں دیتا، اگرچہ بعض مذاہب کی نظروں میں طرفین کو سوائے موت کے کوئی چیز ایک دوسرے کو جدا نہیں کر سکتی، ظاہر ہے کہ جب نکاح سے مقصود ازدواجی تعلقات کی خوشگواری اور خاندانی وعائلی نظام میں رخنہ پڑنے کا اندیشہ پیدا ہو جائے، تو پھر ایسا بندھن کس کام کا جو ایک رستا ہوا ناسور اور معاشرہ کا پھوڑا بن جائے، غور کیجئے کہ نکاح کا مقصد صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کسی نہ کسی طرح ایک رشتے میں بندھے رہیں، خواہ ان کے باہمی تعلقات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہو گئے ہوں، طبیعتوں اور مزاجوں کا اختلاف ایک امر واقعہ ہے، اس کے علاوہ بعض مخصوص سماجی عوامل ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس اختلاف کو اور زیادہ ہوا دینے والے ہوتے ہیں، مثلاً طرفین کے خاندانی روابط میں بگاڑ اور ایک دوسرے کے ساتھ مخالفانہ ومخاصمانہ رویہ وغیرہ اور بعض اوقات یہ تمام اسباب وعوامل مل کر مرد کو طلاق دینے اور عورت کو خلع حاصل کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ اسلام چونکہ ایک فطری اور عقلی مذہب ہے اس کے تمام احکام بھی علم وحکمت سے لبریز ہیں، چونکہ اسلام نے آزاد جنسی تعلق یا زنا کاری کو حرام اور قابل تعزیر جرم قرار دیا ہے، لہذا جب شوہر اور بیوی کے تعلقات بگڑ جائیں اور ان دونوں میں کسی طرح بھی صلح نہ ہو سکے تو بہتر یہی ہے کہ ان دونوں کا راستہ الگ الگ کر دیا جائے، ورنہ ظاہر ہے کہ اس کشیدہ اور ابتر صورت میں زبردستی ان کو باندھ کر رکھنے کا نتیجہ زنا کاری یا خفیہ جنسی تعلق کا دروزاہ کھولنا ہوگا، مگر اسلام نے چونکہ پہلے ہی اس پر بندش لگا دی ہے، تو اب دوسرا راستہ سوائے طلاق کے اور کچھ نہیں ہے، اور اسی میں ان دونوں کا بھلا ہے، یہ ہے اسلام میں عقلی اعتبار سے طلاق کی حکمت۔

طلاق سخت ناپسندیدہ چیز: مگر اس موقعہ پر یہ بات بھی خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ نکاح اگرچہ بظاہر ایک معاشرتی وعمرانی معاہدہ نظر آتا ہے، مگر درحقیقت وہ تمدنی معاملات کے برعکس تعبدی حیثیت کا حامل بھی دکھائی دیتا ہے، کیونکہ وہ ایک اعتبار سے سنت وعبادت کی حیثیت بھی رکھتا ہے یعنی اس میں یک گونہ مذہبی تقدس کا عنصر بھی شامل ہے، اگرچہ وہ ایک اٹوٹ بندھن نہ ہو، اسی وجہ سے دیگر تمدنی معاملات کے برعکس نکاح کے بندھن کو بلا وجہ توڑنا یعنی طلاق دینا اسلام کی نظر میں سخت ناپسندیدہ بات ہے، کیونکہ وہ حقیقتاً دو خاندانوں کے بگاڑ کا سبب ہے، جس کی وجہ سے بسا اوقات معاشرے میں سخت قسم کا انتشار پیدا ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کو حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز قرار دیا ہے، چنانچہ اس سلسلے میں چند حدیثیں ملاحظہ ہوں: (۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: '' مَا أَحَلَ اللهُ شَيْئًا أَبْغَضَ اِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ'' ۔(ابوداؤد، کتاب الطلاق) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ کسی چیز کو حلال نہیں کیا، (۲) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ''یا معاذ! مَا خَلَقَ اللہ شیئا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الْعِتَاقِ وَلَا خَلَقَ شَيْئًا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَبْغَضُ اِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ'' ۔(سنن دارقطنی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! اللہ نے روئے زمین پر غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز پیدا نہیں کی، اور اسی طرح روئے زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی دوسری چیز بھی پیدا نہیں کی، (۳) قال رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم: '' إِنَّ مِنْ أَبْغَضِ الْحَلَالِ إِلَى اللہ الطلاق'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے سخت ناپسندیدہ چیز طلاق ہے، (۴) قال رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم: تزوجوا وَلَا تُطَلِّقُوا فَإِنَّ الطَّلَاقَ تَهْتَز مِنْهُ الْعَرش'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح کرو اور طلاق مت دو کیونکہ طلاق کی وجہ سے عرش ہلنے لگتا ہے۔

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ اسلام میں نکاح کی حیثیت نہ تو قدیم عیسائیت اور ہندومت کی طرح جنم جنم کا بندھن ہے اور نہ محض ایک تمدنی یا سیاسی بندھن جب چاہا معاہدہ کر لیا اور جب چاہا توڑ دیا، بلکہ ایسا کرنا یعنی ذوقیت یا محض لطف اندوزی کی خاطر نکاح کرتے رہنا سخت مذموم ومعیوب ہے۔

طلاق کب جائز اور کب ناجائز: حاصل یہ ہے کہ طلاق دینے کے معاملے میں سخت احتیاط اور توازن کی ضرورت ہے، طلاق نہ دینے کی صورت میں جس طرح خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں، اسی طرح طلاق دینے کی صورت میں بھی بگاڑ پیدا ہو سکتا ہے، لہذا طلاق دینے سے پہلے ان دونوں پہلوؤں پر ہر اعتبار سے سوچ لینا چاہئے، طلاق کے جائز یا ناجائز ہونے کے اعتبار سے چار مندرجہ ذیل قسمیں ہیں: (۱) واجب (۲) مستحب (۳) حرام (۴) مکروہ۔

طلاق واجب اسی وقت ہوتی ہے کہ جب شوہر اور بیوی کے جھگڑے میں فیصلہ کرنے والے ثالثوں کی رائے یہ ہو کہ ان دونوں کو الگ کر دینا ہی بہتر ہے۔ طلاق مستحب اس وقت ہوتی ہے جب شوہر و بیوی متفق نہ ہوں اور دونوں کے درمیان شدت پیدا ہو جائے، اس صورت میں گناہ سے بچنے کے لئے دونوں کو الگ ہو جانا ہی بہتر ہے۔ طلاق ناجائز و حرام اس صورت میں ہوتی ہے جب عورت مدخولہ (مباشرت کی ہوئی) ہونے کی صورت میں حیض کی حالت میں ہو یا اسے طہر (عورت پاکی کی حالت میں ہو) جس میں وہ عورت سے مباشرت کر چکا ہو، طلاق مکروہ اس صورت میں ہوگی جب کہ میاں بیوی کے تعلقات درست ہوں اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا کر رہے ہوں۔ (تفسیر ابن جوزی)

طلاق کا حق مرد ہی کو کیوں: غرض اس موقعہ پر ایک اہم سوال یہ ہے کہ طلاق دینے کا حق کس کو ہے، آیا مرد کو یا عورت کو؟ تو اسلام نے یہ حق اصلاً مرد کو دیا ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق سوچ سمجھ کر اس حق کو استعمال کرے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ فطری وطبعی اعتبار سے عورت کے مقابلے میں مرد میں تحمل وبردباری اور دوراندیشی کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اور اس لحاظ سے ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دینے سے پہلے ہزار بار اپنے مستقبل کے بارے میں سوچے گا کہ اسے طلاق دینی چاہئے یا نہیں اور جب وہ طلاق دینے کا فیصلہ کر ہی لے گا تو اس کا یہ فیصلہ طویل غور وخوض کا نتیجہ ہوگا، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد کے اوپر عورت کے مقابلے میں ذمہ داریاں بہت زیادہ ہوتی ہیں، معاشی کفالت وخبر گیری کا بوجھ بھی اس کے کندھوں پر رہتا ہے، اور صاحب اولاد ہونے کی صورت میں تو وہ سراپا ذمہ دار بن جاتا ہے، لہذا وہ طلاق دینے سے پہلے ان تمام پہلوؤں پر اچھی طرح سوچ لیتا ہے کہ اس اقدام کے نتیجہ میں اسے کیا کیا نقصان ہو سکتے ہیں، اس کے برعکس اسلامی قانون کی رو سے عورت پر معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں ڈالا گیا، اس وجہ سے عورت کو یہ حق نہیں دیا گیا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر عورت کو بھی یہ حق دیدیا جاتا تو چونکہ وہ زیادہ جذباتی ہوتی ہے، اس لئے وہ بغیر غور وفکر کے بات بات پر طلاق دیتی، پھر بھی اسلام نے عورت کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے خلع کا حق دیا ہے، اگر وہ چاہے تو کسی معقول بنیاد پر مرد سے علیحدگی کا مطالبہ کر سکتی ہے اور اس اعتبار سے اسلامی شریعت نے نہایت درجہ دانشمندی کے طور پر عورت اور مرد دونوں کی فطرت اور طبیعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حد درجہ منصفانہ اور مناسب حال احکام جاری کئے ہیں، قرآن مجید اس مسئلہ میں صاف صاف کہتا ہے: ''الذی بیدہ عقدۃ النکاح'' ۔(سورۃ بقرہ آیت نمبر۲۳۲) وہ شخص جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ شوہر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ نکاح مکمل ہو جانے کے بعد نکاح کو قائم رکھنے یا ختم کرنے کا مالک شوہر ہے اور وہی طلاق دے سکتا ہے۔ (بقیہ ص: ۱۱؍پر)

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

چین کا میزائل ٹیسٹ اور جوہری ہتھیار واشنگٹن کے لیے خطرے کی گھنٹی

امریکی محکمہ دفاع پینٹا گون نے خبر دار کیا ہے کہ چین کے میزائل ٹیسٹ اور جوہری ہتھیار واشنگٹن کے لیے خطرے کی گھنٹی ہیں۔غیر ملکی میڈیا کے مطابق امریکہ چین کی تیزی سے بڑھتی ہوئی فوجی طاقت اور جوہری ہتھیاروں سے پریشان ہوگیا ہے، پینٹا گون نے اس سلسلے میں ایک رپورٹ میں اپنے خدشات کا اظہار کر دیا۔پینٹا گون کی جانب سے منگل کو جاری کردہ رپورٹ کے مطابق، اگر چین نے اپنی موجودہ جوہری تیاری کی رفتار کو جاری رکھا تو اس کے پاس ممکنہ طور پر 2035 تک 1,500 جوہری وار ہیڈز کا ذخیرہ ہو جائے گا۔ پینٹا گون نے ایک اہم رپورٹ میں چین کی فوجی طاقت کو امریکہ کے لیے خطرہ قرار دے دیا ہے۔(یواین آئی)

سعودی عرب کی مصر کے مرکزی بینک میں 5ارب ڈالر کی ڈیپازٹ کی میعاد میں توسیع

سعودی عرب نے مصر کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے مرکزی بینک میں 5ارب ڈالر کی ڈیپازٹ کی میعاد میں توسیع کر دی۔خادم حرمین شریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز اور ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان کی ہدایت پر مصر کے سینٹرل بینک میں 5ارب ڈالر ڈیپازٹ کی میعاد میں توسیع کر دی گئی ہے۔سعودی عرب نے کہا ہے کہ مصری معیشت کے استحکام کے لیے فیاضانہ تعاون کا سلسلہ جاری رکھا جائے گا۔سعودی حکومت کے ذرائع کے مطابق سعودی مدد کا دائرہ مصر کے سینٹرل بینک میں رقم ڈیپازٹ تک ہی محدود نہیں، بلکہ مصر میں سعودی عرب کے سرکاری و نجی سیکٹر کی جانب سے بھاری سرمایہ کاری بھی ہو رہی ہے۔(ایجنسی)

ایران میں مظاہروں کے خلاف کریک ڈاؤن میں ہلاکتوں کی تعداد 448 ہوگئی

ایرانی سیکیورٹی فورسز نے مہسا امینی کی ہلاکت کے خلاف ہونے والے مظاہروں کے خلاف کارروائیوں میں اب تک 448 افرد ہلاک ہو چکے ہیں۔ایران میں سیکیورٹی فورسز نے ستمبر میں کرد خاتون مہسا امینی کی پولیس کے زیر حراست ہلاکت کے ردعمل میں شروع ہونے والے مظاہروں کے خلاف کریک ڈاؤن میں 448 افراد کو ہلاک کر دیا ہے، ان میں سے نصف سے زیادہ ہلاکتیں ملک کے نسلی اقلیتی علاقوں میں ہوئی ہیں۔ناروے میں قائم ایران ہیومن رائٹس گروپ (آئی ایچ آر) کے مطابق ہلاک ہونے والے 448 افراد میں سے 60 کی عمریں 18 سال سے کم تھیں، ان میں 9 لڑکیاں اور 29 خواتین بھی شامل ہیں۔(ایجنسی)

اسرائیلی فوجیوں کی فائرنگ سے سگے بھائیوں سمیت 4 فلسطینی جاں بحق

فلسطین میں مقبوضہ مغربی کنارے کے دو مختلف علاقوں میں اسرائیلی فوج کی فائرنگ میں دو سگے بھائیوں سمیت 4 فلسطینی جاں بحق ہوگئے، اسرائیلی فوجیوں کا کہنا ہے کہ مقامی فلسطینی لوگوں کی طرف سے فساد پھیلانے کیلیے پتھراو کیا گیا اور پٹرول بم پھینکے گئے۔ڈان میں شائع ایک رپورٹ کے مطابق اسرائیلی فوج نے تصدیق کی کہ اسرائیلی فوجیوں نے مغربی کنارے دو الگ الگ جھڑپوں میں فوجیوں پر حملہ کرنے والے فساد پسندوں پر فائرنگ کی تھی۔ بیان میں کہا کہ یروشلم کے شمال میں مشتبہ کار سے ٹکرانے کے بعد 20 سالہ خاتون فوجی اہلکار معمولی زخمی ہوئی اور اسے طبی علاج کے لیے ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔(ایجنسی)

ترکی: مخالفین پر کنٹرول کے لیے نیا میڈیا قانون باعث تشویش

2014 میں رجب طیب اردوآن کے اقتدار میں آنے کے بعد سے صدر کی توہین کو جرم قرار دینے والے ایک متنازع قانون کے تحت اب تک لاکھوں افراد کو سزائیں دی جا چکی ہیں، جن میں ہائی اسکول میں پڑھنے والے طلبہ سے لے کر ایک سابق مس ترکی بھی شامل ہیں۔اکتوبر میں پارلیمان کے ذریعہ منظور کردہ نئے قانون کے تحت مبینہ "فیک نیوز" قرار دی جانے والی کسی خبر کے لیے نامہ نگاروں اور سوشل میڈیا استعمال کرنے والوں کو تین برس تک قید کی سزا دی جاسکتی ہے۔میڈیا قوانین کے ماہرین کا کہنا ہے کہ نیا قانون حکام کو انٹرنیٹ کو بند کر دینے، حکومت کی مبینہ بدعنوانیوں کے بارے میں جلاوطن ترک رہنما سادات پیکر کے خیالات کو عوام تک پہنچانے سے روکنے کی اجازت دیتا ہے۔ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ قانون استعمال کے لحاظ سے "حکام کو وسیع تر اور بلا روک ٹوک اختیارات" دیتا ہے۔ترکی میں بیشتر اخبارات اور نیوز چینل حکومت کی اتحادی جماعتوں کی ملکیت ہیں اور وہ حکومت کے ہر موقف کی تائید کرتے ہیں۔لیکن سوشل نیٹ ورک اور انٹرنیٹ پر مبنی میڈیا بڑی حد تک آزاد ہیں اور یہی اردوان کے لیے پریشانی کا سبب ہیں۔اس قانون پر پارلیمان میں بحث کے دوران اس کے خلاف ترک صحافیوں نے مظاہرے بھی کیے تھے۔ترکی جرنلسٹس ایسوسی ایشن کے سربراہ گوخان درمس کا کہنا تھا کہ یہ قانون اظہار رائے کی بچی کھچی آزادی کو بھی تباہ کر دے گا۔(ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

اسرائیل کے لیے جاسوسی کے الزام میں چار ایرانی شہریوں کو سزائے موت

ایران کی سپریم کورٹ نے چار ایرانی باشندوں کو اسرائیلی انٹیلی جنس ایجنسیوں سے روابط اور تعاون کے معاملہ میں سزائے موت سنائی ہے۔عدلیہ کے مطابق ان پر 'چوری، املاک کی تباہی، اغوا، اور جعلی اعترافات' کے الزامات بھی ہیں۔ایران کی اعلیٰ عدلیہ کے متعلق خبر دینے والی میزان نیوز ایجنسی کے مطابق اب عدالت نے اپنے بیان میں ان چاروں افراد پر دیگر الزامات بھی لگائے ہیں۔چار افراد کی شناخت حسین اور دو خانزادے، شاہین ایمانی محمود آباد، میلا داشرفی اطباطن، اور منوچہر شاہ بندی بجاندی کے نام سے ہوئی ہے۔ان کے ساتھ کام کرنے والے دیگر تین افراد بھی تھے جنہیں ملکی سیکیورٹی کے خلاف جرائم، اغوا میں معاونت اور ہتھیار رکھنے پر 5 سے 10 سال قید کی سزا بھی دی ہے۔(نیوز ایکسپریس پی کے)

تعلیم و روزگار

سیم سنگ 1000 انجینئرز کا تقرر کرے گا

ملک کی سب سے بڑی کنزیومر الیکٹرانکس آلات بنانے والی کمپنی سیم سنگ انڈیا اپنے ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ (آر اینڈ ڈی) انسٹی ٹیوٹ کے لیے تقریباً 1000 انجینئروں کی خدمات حاصل کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔کمپنی نے بدھ کو ایک بیان جاری کرتے ہوئے کہا کہ یہ نوجوان انجینئر 2023 میں کمپنی جوائن کریں گے اور آرٹیفیشل انٹیلی جنس، مشین لرننگ، ڈیپ لرننگ، امیج پروسیسنگ، آئی او ٹی، کنیکٹیویٹی، کلاؤڈ، بگ ڈیٹا، بزنس انٹیلی جنس، پیشن گوئی کے تجزیے، وغیرہ میں کام کریں گے۔کمیونیکیشن نیٹ ورکس، سسٹم آن اے چپ (ایس او سی) اور اسٹوریج سلوشنز پر کام کرے گا۔سیم سنگ مختلف شعبوں جیسے کمپیوٹر سائنس اور تمام متعلقہ شاخوں، انفارمیشن ٹیکنالوجی (آئی ٹی)، الیکٹرانکس آلات، ایمبیڈ ڈ سسٹمز اور کمیونیکیشن نیٹ ورکس سے انجینئرز کو بھرتی کرے گا۔اس کے علاوہ سیم سنگ ریاضی اور کمپیوٹنگ اور سافٹ ویئر انجینئرنگ جیسے مضامین سے بھی بھرتی کرے گا۔سیم سنگ انڈیا کے ہیومن ریسورسز کے سربراہ سمیر وادھوان نے کہا، "اختراعات اور جدید ٹیکنالوجی پر توجہ کے ساتھ، سیم سنگ کے آر اینڈ ڈی مراکز کا مقصد ہندوستان کے اعلیٰ انجینئرنگ اداروں سے نئے ٹیلنٹ کی خدمات حاصل کرنا ہے تاکہ گیم بدلنے والی اختراعات کو آگے بڑھایا جاسکے۔(یواین آئی)

ہندوستانی معیارات کو شامل کرنے کے لیے انجینئرنگ اداروں کے ساتھ ایم او یو

بیورو آف انڈین اسٹینڈرڈز نے سائنس اور انجینئرنگ کے نصاب میں ہندوستانی معیارات کو شامل کرنے کے لیے ملک کے چھ اعلی انجینئرنگ اداروں کے ساتھ مفاہمت نامے پر دستخط کیے ہیں۔ یہ اقدام ماہرین تعلیم کی فعال شرکت کو یقینی بنانے کے لیے معروف اداروں کے ساتھ بیورو کے ادارہ جاتی روابط کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔جن اداروں کے ساتھ معاہدے کیے گئے ہیں ان میں انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی بی ایچ یو، مالویہ نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی جے پور، انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی اندور، انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی پٹنہ، انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی مدراس اور نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی ترچی شامل ہیں۔اس اقدام سے متعلقہ اداروں میں سائنس اور مختلف شعبوں میں تدریس اور تحقیق اور ترقی میں عمدگی اور موثر قیادت کو فروغ ملے گا۔(یواین آئی)

دوسری سہ ماہی میں جی ڈی پی کی شرح نمو 6.3 فیصد: این ایس او

رواں مالی سال کی دوسری سہ ماہی جولائی تا ستمبر 2022 کے دوران مستقل قیمتوں (بنیادی سال 2011-12) پر ہندوستان کی مجموعی گھریلو پیداوار (جی ڈی پی) میں گزشتہ سال کی اسی مدت کے مقابلے میں 6.3 فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ اطلاعات وزارت شماریات اور پروگرام کے نفاذ کے قومی شماریاتی دفتر (این ایس او) کی طرف سے بدھ کو جاری کردہ اعداد و شمار میں دی گئی ہے۔مالی سال 2022-23 کی پہلی سہ ماہی میں ترقی کی شرح 13.5 فیصد تھی اور مالی سال 2021-22 کی دوسری سہ ماہی میں شرح نمو 8.4 فیصد تھی۔کووڈ کی وجہ سے گزشتہ مالی سال کی شرح نمو میں کمی کے مقابلے اس سال شرح نمو کے اعداد و شمار زیادہ پرکشش نظر آتے ہیں، لیکن موازنہ کی بنیاد آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہے۔این ایس او کے اعداد و شمار کے مطابق مستقل قیمتوں پر ہندوستان کی جی ڈی پی کا تخمینہ 2022-23 کی دوسری سہ ماہی میں 38.17 لاکھ کروڑ روپے ہے جبکہ مالی سال 2021-22 کی اسی سہ ماہی میں 35.89 لاکھ کروڑ روپے تھا۔(یواین آئی)

گجرات میں 478 کروڑ روپے کے منشیات ضبط

گجرات میں اسمبلی الیکشن کے پہلے مرحلے کی ووٹنگ سے پہلے وروڈرا میں 478 کروڑ روپے رقم کے منشیات ضبط کئے گئے ہیں۔الیکشن کمیشن نے اسے انتخاب کے لئے پیسہ اور منشیات کے اثر سے آزاد رکھنے کے لئے کی گئی مسلسل کڑی چوکسی کا نتیجہ بتایا ہے۔کمیشن کی بدھ کو جاری ریلیز کے مطابق گزشتہ انتخاب کے مقابلے اس بار ضبطی کے معاملوں میں 28 گنا اضافہ ہوا ہے اس بار 29 نومبر تک گجرات میں 27.7 کروڑ روپے نقد، 14.88 کروڑ روپے کی کل تخمینی رقم کی کل 4.12 لاکھ لیٹر شراب، 15.79 کروڑ روپے کی قیمتی دھاتیں، 171.24 کروڑ روپے کو مفت بانٹنے کا سامان اور وڑودرا کی ضبط کے تحت 61.96 کروڑ روپے کے منشیات ضبط کئے گئے ہیں۔کمیشن کے مطابق گجرات اسمبلی انتخاب کے درمیان مختلف ایجنسیوں کے ذریعے سے اس کی ٹھوس اسکیم، تفصیلی جائزہ اور انتخابی خرچہ کی نگرانی کے اس بار بہت اچھے نتیجے آئے ہیں اور انتخاب سے پہلے ریکاڈ رقم، منشیات اور دوسری چیزیں ضبط کی گئی ہیں۔(یواین آئی)

اپریل تا اکتوبر مالیاتی خسارہ سالانہ تخمینہ کے 45.6 فیصد تک پہنچ گیا

ہندوستان کا مالیاتی خسارہ رواں مالی سال کے پہلے سات مہینوں یعنی اپریل سے اکتوبر 2022 کے دوران 7.54 لاکھ کروڑ روپے رہا، جو بجٹ میں تخمینہ لگائے گئے سالانہ تخمینہ کا 45.6 فیصد ہے۔ بدھ کو جاری کردہ وزارت خزانہ کے اعداد و شمار کے مطابق سال 2021-22 کی اسی مدت کے لیے مالیاتی خسارہ 5.47 لاکھ کروڑ روپے کے ساتھ سالانہ بجٹ تخمینہ کے 36.3 فیصد کے برابر تھا۔رواں مالی سال میں اپریل تا اکتوبر کی مدت میں سرکاری وصولیاں 13.86 لاکھ کروڑ روپے اور اخراجات 21.4 لاکھ کروڑ روپے رہے۔ وصولیوں کا یہ اعداد و شمار سالانہ تخمینہ کا 60.7 فیصد اور اخراجات کا 54.3 فیصد ہے۔اپریل-اکتوبر 2022 میں ریونیو کی وصولی 13.50 لاکھ کروڑ روپے رہی، جس میں ٹیکس ریونیو 11.71 لاکھ روپے اور نان ٹیکس ریونیو 1.79 لاکھ کروڑ روپے تھا۔اس مدت کے دوران محصولاتی خسارہ 3.85 لاکھ کروڑ روپے تھا، جو پورے سال کے بجٹ تخمینہ کا 38.8 فیصد ہے۔وزیر خزانہ نرملا سیتارمن نے رواں مالی سال میں مالیاتی خسارے کو جی ڈی پی کے 6.4 فیصد تک محدود رکھنے کا ہدف مقرر کیا ہے۔گزشتہ مالی سال میں مالیاتی خسارہ جی ڈی پی کا 6.7 فیصد تھا۔(یواین آئی)

علم وحکمت کے میدان میں اپنی عظمت رفتہ کو دوبارہ حاصل کیجئے، سماج کو سو فیصد تعلیم یافتہ بنائیے: حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی

ارریہ اور پورنیہ میں نقباء، علماء ودانشوران کا خصوصی تربیتی اجلاس اور اجلاس عام سے حضرت امیر شریعت کا بصیرت افروز خطاب، اجلاس عام میں ایک لاکھ سے زیادہ فرزندان توحید کی شرکت

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی زیر اہتمام نقباء امارت شرعیہ، علماء، ائمہ مساجد، ذمہ داران مدارس، دانشوران وسماجی وملی شخصیات کا خصوصی تربیتی اجلاس امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی صدارت میں 29 نومبر 2022 کو آزاد اکیڈمی ارریہ کے وسیع وعریض میدان میں جبکہ 30 نومبر کو پورنیہ کے مادھو پارہ میں واقع جامعہ خلفاء راشدین کے وسیع احاطہ میں منعقد ہوا۔ دونوں پروگرام دو سیشن میں ہوئے، پہلا سیشن خصوصی تربیتی اجلاس کا تھا، جس میں ضلع کے تمام بلاک کے نقباء، علماء وائمہ کرام نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی، جبکہ دوسرا سیشن اجلاس عام کا تھا، جس میں ضلع ومضافات سے ایک لاکھ سے زیادہ فرزندان توحید نے شرکت کی اور علماء کرام کے بصیرت افروز خطاب سے مستفید ہوئے۔ اپنے صدارتی خطاب کے دوران حضرت امیر شریعت مدظلہ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت ایمان والے کے لیے سب سے زیادہ ضروری چیز ہے۔ ہمیں ہر کام اللہ کی رضا کے لیے اس کے حکموں کے مطابق، اس کے پیغمبر کے بتائے ہوئے طریقہ پر اور اس کی بھیجی ہوئی کتاب کی رہنمائی میں کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب ہمیں اس لیے عطا کی تا کہ ہم اپنے ایمان کی حفاظت اس کتاب کے ذریعہ کرسکیں اور اس کی رہنمائی میں اپنی زندگی کے تمام مراحل گزار سکیں اور پوری دنیا کو دعوت دے سکیں اور ان کے سامنے اسلام کی اچھائی اور اس کی خوبصورتی کو پیش کر سکیں۔ یہ باتیں امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے مورخہ 30 نومبر کو پورنیہ کے مادھو پارہ میں جامعہ خلفائے راشدین کے وسیع وعریض احاطہ میں امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی ماتحتی میں منعقد نقباء ونائبین نقباء امارت شرعیہ، علماء، ائمہ مساجد، ذمہ داران مدارس، دانشوران وسماجی وملی شخصیات کے خصوصی تربیتی اجلاس اور اجلاس عام کے دوران اپنے صدارتی خطاب میں کہیں۔ انہوں نے تعلیم پر توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ ایسا نہیں ہے کہ مسلمان ہمیشہ سے تعلیم میں پیچھے تھے بلکہ ایک زمانہ ایسا بھی تھا جب یورپ جہالت کے اندھیروں میں غرق تھا، اس وقت مسلمان سائنسداں، ماہرین ریاضیات، مسلم انجینئرس اور اطباء اور ماہرین فلکیات پوری دنیا کو اپنے علم وفن سے روشن کیے ہوئے تھے۔ آپ نے مسلم سائنسدانوں اور ان کے ذریعہ کی گئی ایجادات کا تفصیلی تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ آج بھی دنیا ان کے علم وفضل سے خوشہ چینی کر رہی ہے اور پوری دنیا ان کے علم اور تحقیقات سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ آپ نے مسلمانوں کی موجودہ تعلیمی حالت پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آج ہم نے تعلیم کو اپنی ترجیحات سے دور کر دیا ہے آج ہمارے بچوں کی معتد بہ تعداد ناخواندہ ہے، ہمیں اس صورت حال کو بدلنے کی اور سماج کو سو فیصد تعلیم یافتہ بنانے کی ضرورت ہے۔ آپ نے کہا کہ نفع بخش علم حاصل کرنے کا اسلام نے حکم دیا ہے، سب سے نفع بخش علم قرآن کا علم ہے، قرآن نے کائنات میں غور وفکر اور تدبر کا حکم دیا ہے اور یہ غور وفکر اور تدبر سائنس ہے، اس لیے سائنس کا علم بھی حاصل کیجئے، لیکن سائنس کا علم قرآن کے نقطۂ نظر سے حاصل کیجئے، اللہ کی معرفت حاصل کرنے کے لیے کیجئے۔ آپ نے مساجد کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں مساجد کو صرف پنج وقتہ نمازوں کے لیے نہیں بلکہ ان سبھی کاموں کے لیے استعمال کرنا چاہئے جن کے لیے عہد نبوی اور عہد صحابہ میں مساجد کا استعمال کیا جاتا تھا۔ آپ نے مسجد کو تعلیم کا مرکز اور ہر قسم کے سماجی مسائل کے حل کا مرکز بنانے کی طرف توجہ دلائی۔ حضرت امیر شریعت نے نقباء کے اجلاس کے مقصد کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس اجلاس کا مقصد جماعت کی اسلامی فکر کی تنفیذ ہے۔ آپ نے نقباء کی ذمہ داریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا انتخاب اس لیے کیا گیا ہے کہ آپ اپنے علاقہ میں امارت شرعیہ کی نمائندگی کر سکیں اور لوگوں کی علمی، اصلاحی، فکری اور اخلاقی رہبری کر سکیں۔ یاد رکھئے ہم میں سے ہر شخص اپنے اوپر، اپنے گھر والوں کے اوپر اور اپنے معاشرہ کے اوپر شریعت اسلامی کی تنفیذ کے لیے مسئول اور ذمہ دار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اجتماعیت کے ساتھ رہنا اسلامی فکر کا حصہ ہے اس فکر کا مستحکم نفاذ ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ آپ نے مذہبی، لسانی، علاقائی اور ذات برادری کی عصبیت کو چھوڑ کر کلمہ کی بنیاد پر اتحاد کی دعوت دی اور کہا کہ عصبیت بہت بڑا گناہ اور بڑی جہالت ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ میں ہر طرح کی عصبیت کو اپنے پاؤں تلے کچل دیا، اسلام کے اندر عصبیت کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اللہ کے نزدیک ایمان، تقویٰ اور اچھے اعمال کی بنا پر ہی ایک انسان کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ آپ نے شراب، نشہ خوری اور جہیز جیسی سماجی لعنتوں کے سد باب پر بھی توجہ دلائی۔ نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب نے نقباء کے سامنے امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ کا وجود آپ سب سے ہے، آپ نے مل جُل کر امارت شرعیہ کو آگے بڑھایا ہے آپ سے امارت شرعیہ کی طاقت ہے اور امارت شرعیہ سے آپ کی مضبوطی ہے اگر آپ مضبوط ہوں گے تو امارت شرعیہ طاقتور ہوگی اور اگر امارت شرعیہ طاقتور ہوگی تو آپ کو مضبوطی ملے گی، امارت شرعیہ ایک نعمت ہے جو اللہ نے بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ والوں کو عنایت کیا ہے، ہندوستان کے بہت سے صوبے اس نعمت سے محروم ہیں اور ان صوبوں میں رہنے والے بہت سے اکابر علماء نے اس بات کا اظہار بھی کیا ہے۔ آپ نے ملی کاموں کے لیے فکرمندی کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ جب آپ کو ملت کی فکر ہوگی تبھی ملت کا کام آگے بڑھے گا۔ اس کے لیے مسلسل محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ نے بچوں کی تربیت پر بھی لوگوں کو متوجہ کیا اور کہا کہ آپ کا مستقبل آپ کے بچوں کے دین میں ہے، اپنے بچوں کو دیندار بنائیے، ان دین کا علم سکھائیے۔ اپنے اندر بھی دین کو داخل کیجئے، اجتماعی سوچ پیدا کیجئے، باہمی تعاون کا مزاج بنائیے، ملت کے کاموں میں ملت کے ہر فرد کو ایک دوسرے کا تعاون کرنا چاہئے۔ آپ نے مدارس کی روشن تاریخ اور خدمات کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ مدارس اس ملک میں تعلیم کی شرح کو بلند کرنے میں بہت بڑے معاون ہیں، مدارس اسلامیہ نے ان جگہوں پر علم کا چراغ جلایا ہے جہاں حکومت بھی نہیں پہونچ سکی ہے، آپ نے جنگ آزادی میں مدارس کے کردار پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے مدارس کی موجودہ صورت حال پر تشویش کا اظہار کیا اور کہا کہ جن لوگوں کی زندگی انگریزوں کے سامنے کاسہ لیسی میں گزری آج وہ مدارس پر انگلی اٹھا رہے ہیں۔ آپ نے اہل مدارس کو مدارس کے داخلی وخارجی نظام، نصاب، تعلیم وتربیت کے نظام اور طلبہ کو دی جانے والی سہولیات میں اصلاح کی ضرورت پر بھی روشنی ڈالی، آپ نے پیغام دیا کہ حالات چاہے جتنے پرخطر ہو جائیں، ہمیں پورے عزم وحوصلے کے ساتھ اپنے وقار، شناخت اور تہذیب کی حفاظت کے لیے سربلند رہنا ہے۔ قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے امارت شرعیہ کی خدمات، عزائم اور اہداف کی تفصیل بیان کی اور امارت شرعیہ کے مختلف شعبہ جات کے تحت ہونے والی خدمات سے سامعین کو روشناس کرایا۔ آپ نے اسلام کے نظام عدل پر بھی تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اہل علم ودانش اور سماج کی بااثر شخصیات اپنے گاؤں، پنچایت اور محلے کے ذمہ داران اپنے مقام ومرتبت کے ساتھ انصاف کریں اور ناخواندہ اور دبے کچلے سماج کو اوپر لانے کی مخلصانہ جدو جہد کریں۔ مولانا محمد انظار عالم قاسمی قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء نے دارالقضاء کی اہمیت وضرورت بیان کی اور امارت شرعیہ کے نظام قضاء کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ سماجی انصاف کے لیے امارت شرعیہ نے دارالقضاء کا بڑا نظام قائم کیا ہے، جہاں لوگوں کے مسائل کا حل شریعت اسلامی اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق کیا جاتا ہے۔ مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے اللہ کی رضا کے لیے کام کرنے اور رجوع الی اللہ کی دعوت دی، انہوں نے اپنے خطاب میں امارت شرعیہ کی عصری تعلیم کے میدان میں سرگرمیوں اور خدمات کو بھی تفصیل سے بیان کیا۔ مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہمارے نوجوان خوف کی نفسیات کا شکار ہیں، انہیں خوف کی نفسیات سے نکلنا ہوگا، اس کے لیے ہمارا بھروسہ اللہ کی تدبیر پر ہونا چاہئے۔ آپ نے کہا کہ ایمان اور خوف ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ مولانا قمر انیس قاسمی نے معاون ناظم امارت شرعیہ نے امارت شرعیہ کی محبت اور امیر کی اطاعت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ کی محبت ایمان وعقیدہ کا حصہ ہے، انہوں نے کہا کہ جماعت اور تنظیم کے ساتھ جو قوم رہتی ہے، اس پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ مولانا احمد حسین قاسمی معاون ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ امارت شرعیہ ہمارے ملی وجود کی علامت، اسلام کے اجتماعی نظام کا مظہر اور ہمارے ایمان وعقیدہ کا حصہ ہے۔ انہوں نے کہا اسلام ہر قدم پر اجتماعیت کی دعوت دیتا ہے، امارت شرعیہ کی جو گاؤں گاؤں میں تنظیم قائم ہے وہ اسی اجتماعی نظام کو قائم کرنے کے لیے ہے۔ اس اجتماعی نظام کو قائم کرنے کے لیے امارت شرعیہ اور عوام کے بیچ کی کڑی ہمارے نقباء ہیں۔ مولانا جمیل احمد رحمانی استاذ جامعہ رحمانی مونگیر نے بغض، کینہ حسد جیسی روحانی اور قلبی امراض سے پاک رہنے کی تلقین کی اور کہا کہ عبادات کی قبولیت کے لیے قلب کا باطنی امراض سے پاک رہنا ضروری ہے۔ انہوں نے مکاتب کی اہمیت وضرورت کو بیان کرتے ہوئے مکاتب کا مضبوط نظام قائم کرنے کی تلقین کی۔ مولانا مفتی محمد انور قاسمی قاضی شریعت رانچی نے شادی بیاہ اور نکاح کو سادگی سے کرنے، نکاح کے لیے دیندار لڑکوں اور لڑکیوں کا انتخاب کرنے کی تلقین کی اور بے جا اور فضول رسموں سے بچنے پر زور دیا۔ آپ نے وراثت کے شرعی احکام پر بھی روشنی ڈالی اور خاص طور پر خواتین کو ان کا حصہ دینے کی طرف توجہ دلائی۔ اجلاس کی نظامت کے فرائض جناب مولانا مفتی محمد سہراب ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے انجام دیا، آپ نے اپنی ابتدائی گفتگو میں اجلاس کے اغراض ومقاصد پر تفصیلی روشنی ڈالی اور نقباء و نائبین نقباء کی ذمہ داریاں بھی بیان کیں۔ آپ نے بتایا کہ امارت شرعیہ کا مقصد پوری امت کو کلمہ کی بنیاد پر متحد کرنا ہے، امارت شرعیہ چاہتی ہے کہ ہماری اجتماعی وانفرادی زندگی ایک امیر شریعت کے ماتحت ہو کر قرآن وسنت پر عمل کرتے ہوئے گذرے، اس پیغام کو ہر گھر تک پہونچانے کے لیے نقباء اور نائبین نقباء کا نیٹ ورک ہے، ہمارے نقباء اپنے علاقہ کے لوگوں کی دینی زندگی کے سردار اور امیر شریعت کے نمائندے ہوتے ہیں، اس لیے ان کی ذمہ داریاں بہت بڑی ہیں۔ انہوں نے اپنے خطاب کے دوران سماج میں جہیز اور نشہ خوری کی بڑھتی ہوئی بیماری پر بھی اظہار تشویش کیا اور لوگوں سے اپیل کی کہ ان دونوں جرائم کو سماج سے دور کرنے کے لیے عملی جدو جہد کریں، آپ نے مسلمانوں کو پیش آنے والے حالات پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے حالات سے نہ گھبرانے اور جواں مردی کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنے کی دعوت دی۔ مولانا ناظر عالم ندوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے پردے کی اہمیت اور اس کے احکام بیان کیے اور کہا کہ پاکدامنی کسی بھی اچھے خاندان اور سماج کی بنیاد ہے، آپ نے نکاح وطلاق سے متعلق بعض اہم مسائل سے بھی لوگوں کو واقف کرایا۔ مولانا اشرف عباس قاسمی استاذ دار العلوم دیوبند نے کہا کہ اسلام اور مسلمانوں کا مستقبل روشن ہے، وہ وقت ضرور آئے گا کہ اسلام کو ماننے والے سربلند ہوں گے، لیکن اس کے لیے مکمل طور پر اسلام میں داخل ہونے اور اپنے ہر قول وعمل میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ضرورت ہے۔ ان کے علاوہ مولانا اکرام الحق عینی نے آپسی انتشار سے بچنے اور اپنی صلاحیت وتوانائی کو تعمیری کام میں لگانے کی تلقین کی۔ قاری شریف عالم صاحب ناظم مدرسہ ریاض العلوم جگت سنگھ پور اڈیشہ نے بھی خطاب کیا اور اطاعت امیر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لوگوں کو علماء کرام سے مربوط رہنے کی تلقین کی، مولانا نوشاد نوری قاسمی استاذ دار العلوم وقف دیوبند نے علماء وائمہ کرام کی ذمہ داریوں کا تذکرہ کیا۔ مقامی علماء میں ارریہ میں مولانا مفتی علیم الدین مظاہری شیخ الحدیث دار العلوم زیرو مائل ارریہ، حاجی اکرام الحق رکن شوریٰ، مولانا عارف صاحب استاذ مدرسہ حمیدیہ گجرات، مولانا مصور عالم، مفتی ہمایوں اقبال ندوی نائب صدر جمعیۃ علماء ارریہ، قاری نیاز صاحب نے بھی اظہار خیال کیا۔ پورنیہ کے اجلاس میں مقامی علماء میں مولانا شفیق عالم صاحب مہتمم جامعہ صدیقیہ ڈگروا، مفتی معیز الدین قاسمی امام وخطیب بارا عیدگاہ، مفتی توقیر عالم پورنیہ، مولانا فیاض صاحب سابق پرنسپل مدرسہ محمودیہ بشن پور، مولانا محمود صاحب بشن پور، مولانا ایاز ندوی پورنیہ، مولانا جمیل احمد رحمانی پورنیہ، مفتی احمد حسین قاسمی نائب ناظم جامعہ خلفاء راشدین، مولانا ممتاز صاحب ادارہ فیض القرآن اتر دیناج پور نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا اور امارت شرعیہ کی خدمات کے اعتراف کے ساتھ اس کی ہر آواز پر لبیک کہنے کی عوام وخواص سے اپیل کی۔ ارریہ میں اجلاس کا آغاز قاری عادل نعمانی استاذ جامعہ تجوید القرآن امیر نگر کی تلاوت سے ہوا، نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم جناب خطیب حیدر صاحب ارریاوی نے پیش کی، جبکہ پورنیہ میں اجلاس کا آغاز قاری شائق قاسمی استاذ جامعہ خلفاء راشدین کی تلاوت سے ہوا، نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم جناب مولانا عمر فاروق کاشف استاذ جامعہ خلفاء راشدین نے پیش کی۔ استقبالیہ کلمات مولانا وحید الزماں رکن شوریٰ امارت شرعیہ نے پیش کیا اور تمام مہمانان کا شکریہ ادا کیا، مفتی ثناء اللہ قاسمی استاذ جامعہ خلفاء راشدین نے گمانی بیگم وقف اسٹیٹ 259 کی تاریخ، خدمات، مشکلات ومسائل کو بیان کیا۔ جناب انوار کریم صاحب صدر ٹیچرس ایسوسی ایشن نے سپاس نامہ، مولانا عمر فاروق کاشف اور مولانا منظر قاسمی نے حضرت امیر شریعت کی شان میں منظوم کلام پیش کیا۔ پورنیہ میں اجلاس عام کے موقع پر جامعہ خلفاء راشدین کے 18 طلبہ کی دستار بندی بھی ہوئی نیز مولانا مفتی نیر اسلام قاسمی استاذ دار العلوم الاسلامیہ کی کتاب پورنیہ کی تین عظیم شخصیات کا اجراء بھی عمل میں آیا۔ آخر میں حضرت امیر شریعت کی دعا پر اجلاس کا اختتام ہوا۔ یہ بھی اجلاس مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ کی کنوینر شپ میں منعقد ہوئے۔ اجلاس کو کامیاب بنانے میں کنوینر اجلاس کے علاوہ مولانا قمر انیس قاسمی معاون ناظم، مولانا احمد حسین قاسمی معاون ناظم، مولانا شمشاد اعظم امام مظاہری آفس سکریٹری شعبہ تنظیم، مولانا ارشد قاسمی قاضی شریعت پورنیہ، مولانا عتیق اللہ قاسمی قاضی شریعت ارریہ، مولانا عبد التواب قاسمی قاضی شریعت بیرگنج بسہریا، مولانا اسعد عثمانی قاضی شریعت جوکیہٹ، مولانا سرور قاسمی قاضی شریعت بارا عیدگاہ، مولانا فضل نورانی قاضی شریعت امور، مولانا سرفراز رحمانی نائب قاضی ارریہ، حافظ شہاب الدین، ظہیر الحسن رحمانی، حافظ رفیع احمد، مولانا عبد الباری، مولانا نوشاد مظاہری، عبد الحق رحمانی، مولانا زین الحق قاسمی، مفتی عبد القادر، مولانا احمد حسین قاسمی، مولانا محمد مرالدین، مولانا محمد خالد انور، مولانا مطیع اللہ، مولانا محمد عمر مولانا محمد ثاقب، مولانا اعجاز مفتاحی، مولانا ابوذر مفتاحی، مولانا اسعد اللہ تیموی، مولانا محمد علی حسین، مولانا مزمل حسین قاسمی، مولانا سعود اللہ رحمانی، مولانا عبد القادر رحمانی مولانا رئیس اعظم رحمانی، حافظ عمر اشاعتی، مولانا مجاہد الاسلام مظاہری، مولانا عثمانی غنی، مولانا اخلاق قاسمی و دیگر مبلغین امارت شرعیہ، حاجی اکرام الحق رکن شوریٰ، مولانا مفتی انعام الباری، مولانا قاری نیاز قاسمی، مولانا مفتی راغب قاسمی، جناب فضل الرحمٰن صاحب، جناب امتیاز صاحب، جناب بلال صاحب، جناب شہباز عرف کاسو صاحب، مولانا مفتی ہمایوں اقبال صاحب، انجینئر اشتیاق، ابن الحسن صاحب، مختار صاحب، مولانا وحید الزماں صاحب، حافظ مجاہد الاسلام رحمانی، پروفیسر حامد رضا، مظہر الباری صاحب ایڈووکیٹ، مولانا عمر فاروق کاشف، جاوید طفیل، گمانی بیگم وقف اسٹیٹ کے صدر وسکریٹری محمد فہیم صاحب، مولانا کفیل الدین ندوی، مولانا منظور نعمانی، غلام سرور، انوار کریم صاحب، الحاج اعجاز صاحب کے علاوہ استقبالیہ کے تمام ذمہ داران، ارکان، آزاد اکیڈمی وجامعہ ارریہ و جامعہ خلفاء راشدین کے اساتذہ وطلبہ اور مقامی نوجوانوں اور رضا کاروں نے اہم رول ادا کیا۔ اجلاس میں جناب احسان الحق صاحب رکن شوریٰ، حاجی عارف رحمانی ناظم جامعہ رحمانی مونگیر، حافظ احتشام رحمانی مولانا منظر قاسمی، مولانا منہاج عالم ندوی، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا محمد ارشد رحمانی آفس سکریٹری امارت شرعیہ مولانا سید محمد عادل فریدی، جناب مسلم صاحب کشن گنج رکن شوریٰ امارت شرعیہ کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں نقباء و نائبین نقباء، علماء، ائمہ و دانشوران نے شرکت کی۔ **(رپورٹ محمد عادل فریدی)**

غیر دستوری سرگرمیاں امتناعی قانون (یواے پی اے)

ایڈووکیٹ کے پی محمد شریف وائس چیر مین این سی ایچ او(ترجمہ سید محمد عادل فریدی)

اس قانون کو منسوخ کیوں ہونا چاھئے؟ اس بے انصافی کے خلاف احتجاجات کے باوجود دہشت گردی کے نام پر بے گناہوں کی بے جا گرفتاری کا طویل سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ملک کے مختلف حصوں میں ان غیر قانونی گرفتاریوں اور اسکے بعد بلا سماعت ملزمین کو جیلوں میں بند رکھنے کی بنیادی وجہ غیر دستوری سرگرمیاں امتناعی قانون (یواے پی اے) ہے۔یہ اصل قانون ۱۹۶۷ء میں بنا جس میں چار بار ۲۰۰۴ء، ۲۰۰۸ء، ۲۰۱۲ء اور ۲۰۱۹ء میں ترمیم ہوئی۔ان ترمیمات کے ذریعہ اصل قانون میں نئی شقوں کا اضافہ کیا گیا،جس سے یہ قانون مزید غیر انسانی ہوگیا اور یہ قبل کے خصوصی قانون ٹاڈا اور پوٹا سے بھی زیادہ سنگین ہوگیا۔انہیں وجوہات کی بناء پر جب تک اس قانون کو منسوخ نہیں کیا جائے گا بے گناہوں کی گرفتاری اورانہیں جیلوں میں محبوس رکھنے کا یہ لامتناہی سلسلہ جاری رہے گا۔

دہشت گردی سے متعلق سابقہ قوانین ٹاڈا اور پوٹا حقوق انسانی کمیشن اور عوامی تحریک کے زبردست دباؤ پر سابقہ حکومت کے ذریعہ ختم کیے گئے ۔حکومت کو جنرل الیکشن کے وقت ٹاڈا اور پوٹا کو ختم کرنے کا وعدہ کرنے پر مجبور کیا گیا۔لیکن بدقسمتی سے سماجی کارکنوں اور حقوق انسانی کے اداروں نے یواے پی اے قانون میں ہونے والی ترمیمات کے خطرناک پہلوؤں اور اس کی سنگینی پر اتنی توجہ نہیں دی جیسی توجہ انہوں نے سابقہ قوانین پر دی تھی۔۱۶/دسمبر ۲۰۰۸ء کو حکومت ہند نے بظاہر دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر یواے پی اے ترمیمی بل کو لوک سبھا میں پیش کیا۔لوک سبھا سے یہ بل اگلے ہی دن بغیر کسی بحث اور تفصیلی تجزیہ کے پاس کر دیا گیا۔اورانتہائی نامناسب عجلت کے ساتھ پارلیامنٹ نے این آئی اے ایکٹ بھی ساتھ میں پاس کیا۔نہ تو ان دونوں بلوں کو عوام کے سامنے لایا گیا اور نہ اس کی مناسب جانچ پڑتال کی گئی۔حکومت نے تین ہفتہ پہلے ممبئی میں واقع ہوئے دہشت گردانہ حملہ سے پیدا ہوئے خوف کو بنیاد بنا کر آنا فاناً میں یہ دونوں بل پاس کرا لیے۔

منسوخ شدہ خصوصی قوانین ٹاڈا اور پوٹا: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ لوگوں کی حفاظت کے لیے قانون کی ضرورت ہوتی ہے۔یواے پی اے اور این آئی اے جیسے قوانین بدقسمتی سے سابقہ متنازع دہشت گردی قوانین کا آئینہ ہیں، جنکے غیر آئینی اور انسانیت سوز ہونے کی وجہ سے زبردست تنقید ہوچکی ہے۔

ٹاڈا اور پوٹا جیسے قوانین دہشت گردی کے خاتمہ اور اور تشدد پسندی پر لگام لگانے کے لیے نافذ کئے گئے تھے،لیکن جب قانون کو نافذ کرنے والے اداروں نے ان قوانین پر عمل درآمد کرنا شروع کیا تو تشدد،قانون کے غلط استعمال اور زبردست تعصب کی داستان شروع ہوگئی۔ جانچ ایجنسیوں کے تعصب، جانبداری، کرپشن،فرقہ واریت،نسل پرستی اور مذہبی تعصب نے بے گناہوں اور بے قصور نوجوانوں کو جیلوں میں ڈالنے اور ان کو بغیر ضمانت اور بغیر ٹرائل کے قید رکھنے میں بہت ہی گھناؤنا کردار ادا کیا۔انہوں نے پولیس کی مدد کی انسانی حقوق کی خلاف ورزی، ظالمانہ گرفتاری،ٹارچر، بے انصافی کے ساتھ قتل کرنے اور اغوا کرنے میں ۔ٹاڈا کے خلاف ملک گیر تحریک کے نتیجہ میں یہ قانون ۱۹۹۵ء میں منسوخ ہوا۔یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ ٹاڈا کے متاثرین میں سے بڑی تعداد اقلیتوں خاص کر مسلمانوں کی تھی۔۱۹۸۴ء سے قانون کے منسوخ ہونے تک گجرات میں ۱۸۶۸۶/افراد ٹاڈا کے تحت گرفتار ہوئے اور پنجاب میں ۱۵۳۱۴ افراد اس قانون کے تحت گرفتار ہوئے اور یہ سب کے سب اقلیتی فرقہ کے تھے۔پنجاب میں زیادہ تعداد سکھوں کی تھی۔اسی مدت میں ۱۵۲۲۵/مسلمان جموں اور کشمیر میں اور ۱۲۷۱۵/مسلمان آسام میں گرفتار ہوئے۔مجموعی گرفتار شدگان کی تعداد ۷۷۵۰۰/تھی۔جب کہ ان میں سزا یافتہ لوگوں کا تناسب صرف 0.81% تھا۔ٹاڈا ریویو کمیٹی نے یہ ثابت کیا کہ اکثر معاملوں میں ٹاڈا کا غلط استعمال کیا گیا۔

پوٹا ۲۰۰۲ء میں پارلیامنٹ کے جوائنٹ سیشن کے ذریعہ پاس کیا گیا۔امریکہ میں ۹/۱۱ کے حملہ کے بعد۔دسمبر ۲۰۰۱ء میں پارلیامنٹ پر بھی دہشت گردانہ حملہ ہوا۔یہ بھی اس قانون کے پیش کرنے کا باعث بنا۔اس قانون کو ٹاڈا کے مقابلہ میں زیادہ سخت بنایا گیا۔پوٹا قانون فرقہ پرست اور قدامت پسند پارٹی بی جے پی کے ہاتھ میں اقلیتوں، کمزوروں اور حاشیہ پر کھڑے ہوئے افراد کو دہشت زدہ کرنے اور ان کو تباہ کرنے کے لیے ایک بڑا ہتھیار ہوگیا۔اور اسی قانون پوٹا کے تحت کئی بایاں محاذ کی جماعتوں اور مسلم تنظیموں پر پابندی لگائی گئی۔اس قانون نے موثر طریقہ پر کرمنل جسٹس سسٹم کی بنیادوں کو ختم کر دیا اور ثبوت مہیا کرنے کا بوجھ ملزم پر ہی ڈال دیا۔پوٹا، ٹاڈا سے بھی زیادہ ظالمانہ ثابت ہوا بایں وجہ کہ اس میں سیکورٹی فورسز اور خصوصی عدالتوں کو غیر معمولی اختیارات دے دیے گئے تھے۔اس قانون کے تحت ایک آدمی مشتبہ تنظیموں یا دہشت گردوں سے صرف ادنی مواصلات یا تعاون یا مختلف سیاسی خیالات کے اظہار سے ہی مجرم قرار دیا جاسکتا تھا۔حکومت کسی بھی تنظیم کو دہشت گرد قرار دے سکتی تھی بغیر کوئی منطقی وجہ ظاہر کیے ہوئے۔عملی طور پر حکومت خود ہی جج، عدالت اور استغاثہ تھی،خصوصی عدالتیں کیمرے پر ٹرائل کر سکتی تھیں اور پبلک کو کوئی کورٹ ریکارڈ نہیں مل سکتا تھا۔عدالتیں بھی ان دونوں قوانین کے تحت ہونے والے حقوق کی پامالی کا ازالہ کرنے میں ناکام ثابت ہوئی۔عدالتیں پولیس کی کہانی پر آنکھ بند کر کے اعتماد کرنے لگیں اور ٹاڈا قانون کے تحت ملزم ٹھہرانے لگیں حتی کہ اگر ایف آئی آر میں وہ وجوہات نہ بھی ہوں جو ٹاڈا قانون کے دائرے میں آتے ہیں۔وہ ملزم یا اس کے وکیل کی غیر حاضری میں بھی ٹرائل کا انعقاد کر سکتی تھی۔پوٹا کے خلاف عوام کا غصہ اتنا بھڑکا کہ کانگریس جو اس وقت حزب مخالف تھی اس کو اپنے انتخابی وعدے کے طور پر اس قانون کو ختم کرنے کا وعدہ کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔لیکن جو بے قصور نوجوان طویل مدت تک جیل میں رہے اور ان کو سالوں تک ٹرائل کا سامنا کرنا پڑا بالآخر رہا کیے گئے مگر کسی قسم کے معاضہ سے محروم رہے۔کرمنل لاء کا بنیادی اصول یہ ہے کہ کسی بھی بے گناہ کو سزا نہیں دی جاسکتی ہے۔حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کے جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرے۔دہشت گردی کے خلاف جنگ بھی فطری قانون کے اصولوں کے مطابق ہونی چاہئے۔اور مناسب کارروائی اور صاف ستھرا ٹرائل ہونا چاہئے حتی کہ ناگزیر حالات میں بھی۔اقوام متحدہ کی سیکورٹی کاؤنسل کے ریزولیشن ۱۴۵۶/ میں واضح طور پر لکھا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جو بھی اقدامات کیے جائیں ان میں حقوق انسانی کے تحفظ کے تعلق سے بین الاقوامی قانون پر عمل درآمد ضروری ہے۔

پچھلے دروازے سے دوبارہ واپسی: سابقہ یوپی اے حکومت نے انتہائی چالاکی کے ساتھ پوٹا میں موجود سیکورٹی ایجنسیوں کے من مانے اختیارات کو موجودہ یواے پی اے قانون میں ترمیم کے دوران اس میں داخل کر دیا۔یواے پی اے میں ہونے والی ترمیمات نے پولیس کو لامحدود اختیارات دے دیئے ہیں اور وہ قانون کے ضابطوں کا بڑے انتہائی ممکنہ حد تک غلط استعمال کر سکتے ہیں۔(بی جے پی کے دوران حکومت ۲۰۱۹ء میں ہونے والی ترمیمات نے اسے مزید خطرناک بنا دیا ہے۔)

ا۔عمومی طور پر کسی بھی واقعہ کی کیس ڈائری جانچ کرنے والے افسران کے ذریعہ تیار کی جاتی ہے۔کیس ڈائری کی بنیاد پر اگر جج کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ملزم کے خلاف ابتدائی ثبوت بھی موجود ہیں،تو وہ ضمانت دینے سے انکار کر سکتا ہے،اس کا مطلب یہ ہوا کہ ملزم کو طویل مدت تک جیل میں رہنا ہوگا۔کورٹ ٹرائل سے پہلے میڈیا ٹرائل کی وجہ سے یہ بات یقینی ہو جائے گی کہ ملزم پر دہشت گرد ہونے کا ایک مستقل کلنک لگ جائے گا۔حتی کہ اگر وہ بے قصور ثابت ہو اور رہا ہو جائے پھر بھی۔ یہ شق آئین ہند کے دفعہ ۲۱ کی کھلی ہوئی خلاف ورزی ہے جو کہ ایک شہری کی زندگی اور آزادی کا تحفظ کرتا ہے۔اس بات کی کوئی گارنٹی نہیں ہے کہ پولیس کا رویہ غیر جانبدارانہ اور عدم تعصب پر مبنی ہوگا خصوصاً اس وقت جب ان کو مسلمانوں، قبائیلیوں یا دلتوں سے نمٹنا ہو۔

۲۔ان ترمیمات نے مرکزی حکومت کے اختیارات کو بھی بڑھا دیا ہے اب وہ کسی بھی تنظیم یا ادارے پر پابندی عائد کر سکتی ہے یا اس کے ارکان کے خلاف مقدمہ چلا سکتی ہے یا ان کو گرفتار کر سکتی ہے۔یواے پی اے قانون نے سابق میں حکومت کو یہ اختیار دیا تھا کہ وہ غیر قانونی جماعتوں کو دہشت گرد تنظیم، دہشت گرد گینگ، یا غیر قانونی اسوسی ایشن قرار دے۔ترمیمات نے جرائم کی تعداد کو اضافہ کر دیا اب اس کے زمرے میں کسی دہشت گرد تنظیم یا گینگ کو کسی قسم کا تعاون کرنا یا اس کا ممبر ہونا بھی شامل ہوگیا۔

۳۔دہشت گردی، غیر قانونی تنظیم وغیرہ کی تعریفات بہت ہی مبہم اور غیر واضح ہیں۔اس ایکٹ کے تحت غیر قانونی سرگرمی کوئی بھی ایسا عمل ہوگا بشمول، تقریر یا گفتگو جو کسی قسم کے بھی دہشت گردانہ فعل کی حمایت میں ہوگی۔یا کوئی بھی سوال، یا اعتراض جو ہندوستان کی حکومت کے خلاف ہو۔غیر قانونی سرگرمیوں میں وہ افعال بھی داخل ہوں گے جو ہندوستان سے محبت کے جذبات کے خلاف ہوں۔کوئی بھی تنظیم غیر قانونی قرار دی جاسکتی ہے محض اس بنا پر کہ اس کے مقاصد میں کوئی ایسی چیز شامل ہے جو اس ایکٹ کی رو سے غیر قانونی شمار ہوتی ہے یا یہ کہ وہ کسی غیر قانونی سرگرمی کی اشاعت یا ترویج کرتی ہو یا اس کی ترغیب دیتی ہو۔اس طرح کی تعریفات کا استعمال حکومت کی جانب سے سیاسی، قبائلی، علاقائی یا دوسری تحریکوں کے کردار کو داغدار کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے جس کو وہ عام طور سے پسند نہیں کرتی۔مبہم تعریفات بھاری بھرکم جرمانے اور گرفتار کرنے و جانچ کرنے کے وسیع تر اختیارات کا غلط استعمال سیاسی مخالفین کے خلاف کیا جا رہا ہے یا قبائلی آبادیوں اور کمزور مذہبی اداروں یا عوام کو دبانے یا انہیں ہراساں کرنے میں کیا جا رہا ہے۔’’ایسے جملے جو اتحاد وطن کے خلاف ہوں، اجتماعیت کے خلاف ہوں ہندوستان کے تحفظ یا اس کے اقتدار اعلیٰ کے خلاف ہو یا لوگوں کو دہشت زدہ کرنے کے ارادے سے کیا گیا کسی بھی طرح کا کوئی عمل ہو، یا کوئی ایسا عمل جس کی بنیاد پر کوئی انسان زخمی ہو جائے یا اس کی جان چلی جائے، یا کسی کے جائداد کا نقصان ہو ایسا عمل غیر قانونی سرگرمی شمار کیا جائے گا اور کرمنل ایکٹیوٹی کہلائے گا اور ایسا شخص یا ایسی جماعت اس قانون کے زمرے میں آئیں گے۔‘‘

۴۔وزارت داخلہ کسی بھی جماعت کو فوری اثر سے دہشت گرد تنظیم یا دہشت گرد جماعت یا غیر قانونی اسوسی ایشن قرار دے سکتی ہے۔جب ایک جماعت کو غیر قانونی اسوسی ایشن قرار دے دیا گیا تو اس کے بعد حکومت کو چھ مہینے کی مہلت دی جائے گی اس غیر قانونی قرار دینے کی وجوہات بیان کرنے کے لیے اس مدت میں وہ ان وجوہات کو خصوصی ٹریبونل کے سامنے پیش کرے گی اس خصوصی ٹریبونل میں ہائی کورٹ کے جج شامل ہوں گے جن کو خود حکومت نامزد کرے گی۔حکومت کو غیر قانونی تنظیم قرار دینے کی تشفی بخش وجوہات پیش کرنی ہوں گی۔لیکن مذکورہ ایسوسیشن کے خلاف یہ شواہد عوام کے سامنے ظاہر نہیں کیے جائیں گے۔

۵۔مگر محدود پیمانے پر جو نظر ثانی کا طریقہ کار غیر قانونی جماعتوں کو حاصل ہے وہ بھی ان جماعتوں کو حاصل نہیں ہے جو دہشت گرد قرار دی گئی ہیں۔جس جماعت کو دہشت گرد تنظیم یا گینگ قرار دے دیا گیا ہے وہ اس دعویٰ کو رد کرنے کے لیے ریویو کمیٹی کے سامنے اپیل دائر کر سکتے ہیں، یہ ریویو کمیٹی ہائی کورٹ کے رٹائرڈ ججوں پر مشتمل ہوگی۔لیکن وہ کوئی نئی شہادت یا موجودہ گواہوں کو اپنی اپیل کی حمایت میں نہیں پیش کر سکیں گے۔

۶۔کسی ایسے گروپ کی رکنیت اختیار کرنا جس کو غیر قانونی ایسوسی ایشن یا دہشت گرد تنظیم یا گینگ قرار دے دیا گیا ہے،ایک سنگین جرم ہے جس کی سزا دو سال تک جیل ہوسکتی ہے۔دہشت گرد تنظیم یا گروہ قرار دی گئی جماعت کے کسی ایسے فعل میں ملوث ہونے کی صورت میں جو دہشت گردی کے زمرے میں آتا ہے اس کی رکنیت اختیار کرنے پر عمر قید کی سزا ہوسکتی ہے۔اگرچہ وہ رکن خود کسی دہشت گردی والے فعل میں ملوث نہیں ہے۔اس لیے کہ کسی بھی جماعت کو فوری اثر کے تحت دہشت گرد قرار دیا جائے گا۔اور جوں ہی گروپ پہ اس کا الزام لگے گا اسی وقت سے کسی پر بھی الزام لگایا جاسکتا ہے اور گرفتار کیا جاسکتا ہے۔اس دفعہ کے تحت بہت سارے لوگ سیمی کے ممبران، نکسلائٹ یا ماؤوادی ہونے کے الزام میں ابھی جیلوں میں بند ہیں۔

۷۔یواے پی اے قانون کے تحت ملک نے وسیع پیمانے ان قوانین وضوابط کا غلط استعمال ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ایک بڑی تعداد میں فعال اور بے قصور نوجوانوں کو ایسے واقعات کے ساتھ جوڑ کر جن سے ان کا دور تک کا واسطہ بھی نہیں ہے جیلوں میں بند کر دیا گیا ہے۔ڈاکٹر بنایک سین، عبدالناصر مدنی اور ویکینن اور پنائکولم سازش کیس کیرالا کے ملزمین، ہبلی سازش کیس کرناٹک کے ملزمین اندور سازش کیس مدھیہ پردیش کے ملزمین وغیرہ اس ظالمانہ قانون یواے پی اے کے تحت قانون اور طاقت کے غلط استعمال کی مثالیں ہیں۔مختلف مقامات جیسے اعظم گڑھ، دربھنگہ اور بنگلور سے مسلم نوجوانوں کو پولیس کے ذریعہ اٹھایا گیا اور جیل کی سلاخوں میں بند کر کے انہیں مختلف طرح کی جسمانی و ذہنی اذیتیں دی گئیں۔جیلوں کے اندر انہیں روزانہ اذیت ناک سزائیں دی جاتی تھیں یہاں تک کہ ایک نوجوان قتیل صدیقی کی جیل ہی میں موت تک ہوگئی۔کوباد گاندھی، سونی سوری، سیما آزاد، عمران کرمانی، غلام رسول، انجیلا سونٹا کے، ضیاء الرحمٰن وغیرہ کئی ایسے نام ہیں جو یواے پی کے متاثرین کے طور پر لیے جاسکتے ہیں۔

۸۔کسی بھی گروپ کو دہشت گرد قرار دینے کے حکومت کے وسیع تر اختیارات نے پولیس کو لامحدود اختیارات فراہم کر دیے ہیں کہ وہ کسی بھی قسم کے تشدد کے واقع ہونے پر مفوضہ مشتبہ لوگوں کی فہرست میں سے کسی کو بھی پکڑ کے بغیر کسی سماعت، مقدمہ یا ٹرائل کے غیر معینہ اور طویل مدت تک جیلوں میں ڈال سکتے ہیں۔کسی بھی جماعت یا گروہ کو دہشت گرد یا غیر قانونی قرار دے دینے یا اس کے ممبران کو مجرم گرداننے کے جو وسیع تر اختیارات ہیں وہ بنیادی حقوق انسانی کی کھلی ہوئی خلاف ورزی ہیں۔ان اختیارات کا استعمال دہشت گردی کے خلاف جنگ میں تعصب، جانبداری اور امتیازات برتنے میں کیا جاسکتا ہے، جیسے کہ کسی خاص مذہب، ذات یا فرقے کے لوگوں کو بڑی تعداد میں گرفتار کرنا۔

(بقیہ آئندہ)

مذہبی آزادی اور اسلامی تعلیمات وہدایات

ڈاکٹر ریحان اختر قاسمی، علی گڑھ

دین اسلام عقل وفطرت کا دین ہے، اس کی بنیاد علم و دانش اور عقل وفکر پر مبنی ہے۔ اس کی سب سے اہم خصوصیت اوراس کا بنیادی عنصر یہ ہے کہ وہ کائنات انسانی میں بسنے والے تمام لوگوں کو سوچنے اور سمجھنے کی مکمل طور پر آزادی فراہم کرتا ہے۔ اسلام نہ صرف افہام وتفہیم کی پوری آزادی دیتا ہے۔ بلکہ وہ بار بار غور وخوض اور فکر وتدبر کی دعوت وتلقین کرتا ہے، تاکہ انسان صحیح اور غلط، حق اور ناحق، خیر وشر اور معروف ومنکرات میں پورے طور پر شعور وبصیرت کا استعمال کر کے اپنی ابدی زندگی کا فیصلہ کر سکے۔ کیونکہ اگر کوئی انسان بلاغور وفکر کے محض دوسرے کی وعظ وتلقین سے یا ان کے طریقہ کار کو اپنا کر کسی راہ پر گامزن ہوتا ہے تو نہ ہی اس میں استحکام و استقلال ہوتا ہے اور نہ ہی اس کو کلی طور پر اطمینان اور شرح صدر ہوتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے کسی بھی بات کو بغیر دلائل وبراہین اور حجت ودلیل کے ماننے پر مجبور نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ دین اسلام کو بھی زبردستی اختیار و قبول کرنے کی دعوت وتبلیغ سے گریز کرتا ہے۔ اس کے بالمقابل وہ انسانوں کے تجربہ، عقل وشعور اور وجدان و بصیرت کو بنیاد بناتا ہے اور چاہتا ہے کہ دین حق کو اختیار کیا جائے تو مکمل شعور وادراک کے ساتھ دامن اسلام میں آیا جائے۔ زور وزبردستی کو قطعی طور پر اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے۔ اللہ رب العزت کا برملا اعلان ہے:

"دین اسلام کو قبول کرنے میں کوئی زبردستی نہیں ہے، ہدایت خود ضلالت سے واضح اور نمایاں ہے، سو جو شخص شیطان سے بداعتقاد ہو اور اللہ تعالی کے ساتھ خوش اعتقاد ہو یعنی اسلام قبول کرلے تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا، جس کو کسی طرح شکستگی نہیں ہوسکتی اور اللہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی دلی خواہش تھی کہ سارے مکہ کے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں، لیکن خالق کائنات نے آپ کو یہ نصیحت فرمائی کہ میرے محبوب ایسا ممکن نہیں ہے کہ سارے لوگ تمہاری باتوں کو مان لیں تم ان کے لیے بہت زیادہ اپنے کو مصیبت میں مت ڈالو۔ ردو قبول اور کامیابی وناکامی کی ڈور خود ان کے ہاتھوں میں ہے۔ کسی کے ساتھ زبردستی نہیں کی جاسکتی ہے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے: "اے نبی! آپ لوگوں کو مجبور کردو گے کہ ایمان لے آئیں۔

اسلام انسان کو غور وفکر کی پوری آزادی دیتا ہے قرآن مجید کا کوئی بھی ورق دعوت فکر ونظر سے خالی نہیں ہے۔ کتاب الہی بار بار دین اسلام کے لئے کائنات انسانی کو غور وخوض کی دعوت فکر دیتی ہے۔ اسی لئے تمام انبیاء ورسل کو اللہ نے پیغام رساں بنایا اور انہیں حکم دیا کہ صرف میرا پیغام حق ان تک پہنچا دو۔ تم پھر اپنے فرض منصبی سے آزاد ہو، تمہارا کام صرف پیغام رسانی کا ہے۔ دنیا میں بسنے والے تمام لوگ مذہبی رسم ورواج، دین ومذہب کے افعال واعمال کی ادائیگی میں قطعی طور پر کسی کے پابند نہیں ہیں۔ حق وباطل اور صحیح وغلط کا فیصلہ ہماری عدالت عظمی میں ہوگا۔ جیسا کہ قرآن کہتا ہے: "تو نہیں ہے ان پر زور کرنے والا بس تو سمجھا ان کو قرآن سے اس کو جو ڈرے میرے ڈرانے سے"

اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ مسلمانوں نے اس حکم خداوندی اور عہدنامہ رسول کی پاسداری نہ کی ہو، اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر پورا پورا حق ادا کیا۔ نبی کریم اور آپ کے خلفاء نے جو قوموں کے ساتھ عہدنامے اور صلح نامے تیار کئے، ان میں ہمیں اسلام کی وسعت نظری اور دریادلی کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ اسلام کس طرح سے غیر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ ادب واحترام کا معاملہ کرتا ہے اور کس طرح انہیں مذہبی آزادی، تجارتی ومعاشرتی آزادی فراہم کرتا ہے۔ اسلام کے اس کارنامے کو غیر مسلم رہنماں اور دانشوروں نے بھی اپنی تحریروں میں برملا اعتراف کیا ہے۔

اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ عزت واحترام کا معاملہ کیا اور ان کا کتنا پاس ولحاظ رکھا۔ اگر انہوں نے اسلامی ریاست میں رہنا قبول کرلیا اور ان سے عہد وپیمان ہو چکا تو۔ اب ان کی حفاظت مسلمانوں کی ذمہ داری قرار پائی۔ اب کسی طرح کی ظلم وزیادتی کا ان کو شکار نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ اس کا اندازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک سے ہوتا ہے: "(خبردار کسی نے معاہد) غیر مسلم (پر ظلم کیا یا اس کا حق غصب کیا یا اس کی استطاعت سے زیادہ اس سے کام لیا۔ اس کی رضا کے بغیر اس کی کوئی چیز لی تو بروز قیامت میں اس کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف جھگڑوں گا۔)

حضرت ابوبکرؓ جب کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو اس کو یہ ہدایت دیتے تھے "کسی عبادت گاہ کو مت گرانا اور نہ ہی بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو قتل کرنا، تمہیں بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جنہوں نے اپنے آپ کو گرجا گھروں میں محبوس کر رکھا ہے اور دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔ ان کے علاوہ تمہیں کچھ دوسرے لوگ ملیں گے جو شیطانی سوچ کے حامل ہیں، جب تمہیں ایسے لوگ ملیں تو ان کی گردنیں اڑا دیتا"

ایک دفعہ حضرت عمرو بن عاص والی مصر کے بیٹے نے ایک غیر مسلم کو ناحق سزا دی۔ خلیفہ وقت امیر المومنین حضرت عمر کے پاس جب اس کی شکایت ہوئی تو انہوں نے سرعام گورنر مصر کے بیٹے کو اس غیر مسلم مصری سے سزا دلوائی اور ساتھ ہی فرمایا تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام سمجھ لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا۔

حضرت عمر نے بیت المقدس کے کلیسا کے ایک گوشے میں نماز پڑھی، پھر خیال آیا کہ کہیں مسلمان میری نماز کو حجت قرار دے کر عیسائیوں کو نکال نہ دیں، اس لیے ایک خاص عہدنامہ لکھوا کر بطریق پادری کو دیا۔ جس کی رو سے کلیسا کو عیسائیوں کے لیے مخصوص کر دیا گیا۔ اور یہ پابندی لگادی گئی کہ ایک ہی مسلمان کلیسا میں داخل ہوسکتا ہے اس سے زیادہ نہیں۔ بیت المقدس کے فتح کے وقت عیسائیوں نے جب یہ شرط لگائی کہ ہم اس کی کنجی خود خلیفہ کے حوالے کریں گے تو حضرت عمر کو ان کی اطلاع دی گئی تو آپ کی آمد کی سادگی ومتانت پر کون نہ مرجائے۔ اس کو ایک فرانسیسی مورخ گستالی بان کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں: بیت المقدس کی صلح کے وقت عمر آئے۔ تنِ تنہا مدینہ سے سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ ان کا سارا سامان یہ تھا۔ ایک مشک پانی، ایک تھیلی میں تھوڑے سے چاول، اور سوکھا میدہ رات ودن چل کر حضرت عمرؓ بیت المقدس آئے اور شہر کے باشندوں کے ساتھ بے انتہا نرمی سے پیش آئے۔ مذہبی رسوم اور مال ومتاع کی پوری آزادی ان کو دی۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس کا فتوی بھی اس لحاظ سے تھا کہ اس وقت تک مسلمان اور دوسری قومیں اچھی طرح ملی بھی نہیں تھیں۔ لیکن جب یہ حالت نہیں رہی۔ تو وہ فیصلہ بھی نہیں رہا۔ چنانچہ خاص اسلامی شہروں میں اکثریت کے ساتھ گرجا، بت خانے، آتش کدے بنے کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا۔ بغداد خاص مسلمانوں کا آباد کیا ہوا شہر ہے۔ وہاں کے گرجوں کے نام مجمع البلدان میں کثرت سے ملتے ہیں۔ قاہرہ میں جو گرجے بنے وہ مسلمانوں ہی کے عہد میں بنے۔

نبوی جدوجہد اور صحابہ اکرام کا جنگ وجہاد سے مقصد کیا تھا اور کس مقصد عظیم کو لیکر عرب کے ریگستانوں سے چل کر ایران وہند میں خیمہ زن ہوئے، اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں: "دنیا میں جو سلطنتیں قائم ہوئیں یا ہوتی ہیں ان کا عام قاعدہ یہ ہے کہ ایک فاتح ایک گروہ کو لیکر اٹھتا ہے اور لاکھوں کو تہ تیغ کر کے اپنی طاقت وقوت سے سارے جتھوں کو توڑ کر ہزاروں گھروں کو ویران کر کے سب کو زیر کر کے اپنی سرداری اور بادشاہی کا اعلان کر دیتا ہے اور ان تمام خونریزیوں کا مقصد یا تو شخصی سرداری یا خاندانی برتری یا قومی عظمت ہوتی ہے۔ مگر اسلامی جنگ وجہاد اور اسلامی سلطنت کی جدوجہد میں ان میں سے کوئی چند بھی مطمح نظر نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصی سرداری، نہ خاندان قریش کی بادشاہی، نہ عربی سلطنت، نہ دنیا کی مالی حرص وہوس، بلکہ اس کا مقصد ایک ہی مقصد تھا صرف ایک شہنشاہ ارض وسما کی بادشاہی کا اعلان اور ایک فرمان الہی کے آگے سارے بندگان الہی کی سرافگندگی۔

اسلام قطعی طور پر مذہب کے سلسلہ میں جبر واکراہ کو سرے سے خارج قرار دیتا ہے۔ اس لئے کہ اسلام صرف ظاہری وروایتی رسوم کا نام نہیں ہے، بلکہ وہ لوگوں کے دلوں کو اپنی دعوت وتبلیغ کا نشیمن بنانا چاہتا ہے۔ وہ انسان کے خرمن دل کو نور ایمانی سے منور کرنا چاہتا ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے ایک بڑے عالم دین لکھتے ہیں:

"اسلام کی دو حیثیت ہے ایک حیثیت میں وہ دنیا کے لئے اللہ کا قانون ہے۔ دوسری حیثیت میں وہ نیکی وتقوی کی جانب ایک دعوت اور پکار ہے۔ پہلی حیثیت کا منشا دنیا میں امن قائم کرنا ہے، اس کو ظالم وسرکش انسانوں کے ہاتھوں تباہ ہونے سے بچانا اور دنیا والوں کو اخلاق وانسانیت کے حدود کا پابند بنانا ہے۔ جس کے لئے قوت وطاقت کے استعمال کی ضرورت ہے، لیکن دوسری حیثیت میں وہ قلوب کا تزکیہ کرنے والا، ارواح کو پاک وصاف کرنے والا، حیوانی کثافتوں کو دور کر کے بنی آدم کو اعلی درجہ کا انسان بنانے والا ہے۔ جس کے لئے تلوار کی دھار نہیں، بلکہ ہدایت کا نور، دست وپا کا انقیاد نہیں، بلکہ دلوں کا جھکاؤ اور جسموں کی پابندی نہیں، بلکہ روحوں کی اسیری درکار ہے۔ اگر کوئی شخص سر پر تلوار چمکتی ہوئی دیکھ کر لا الہ الا اللہ کہہ دے، مگر اس کا دل بدستور ماسوی اللہ کا بتکدہ بنا رہے تو دل کی تصدیق کے بغیر یہ زبان کا اقرار کسی کام کا نہیں اسلام کے لئے اس کی حلقہ بگوشی وطعا بیکار ہے، علامہ سید سلیمان ندوی اپنے مقالہ "ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کیونکر ہوئی" میں لکھتے ہیں کہ تمام دنیا کے مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے یہ فلسفہ دنیا میں ظاہر کیا کہ مذہب یقین کا نام ہے اور یقین عوامی دھارا اور نیزہ کی نوک سے نہیں پیدا کیا جا سکتا۔

بقیہ اسلام میں طلاق کا قانون..............................

طلاق کا صحیح طریقہ: جب کوئی شخص کسی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دینے پر مجبور ہو جائے تو اصل اسلامی قانون کے مطابق اس کا سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق نہ دے، بلکہ پاکی کی حالت میں ایک طلاق دے بشرطیکہ اس طہر میں اپنی بیوی سے مباشرت نہ کی ہو، پھر عورت کو اپنی حالت پر چھوڑ دے، قانون شرعی کے مطابق یہ طلاق رجعی ہوگی، بشرطیکہ عورت سے نکاح کرنے کے بعد مباشرت بھی کر چکا ہو، اور اگر صرف نکاح ہی ہوا تھا، تو یہ طلاق بائن ہوگی، نیز جب پاکی کے زمانہ میں طلاق رجعی دیدی، تو عدت پوری ہونے پر یہ طلاق رجعی، طلاق بائن ہو جائے گی، طلاق بائن کے بعد آپس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، "الطلاق مرتان" طلاق دوبار ہے (یعنی طلاق رجعی دوبار ہے) جس میں طلاق دینے والے کو غور کرنے کا کافی موقعہ مل جاتا ہے، خلاصہ ایسی طلاق جس میں رجوع کرنیکا حق باقی رہتا ہے، وہ صرف ایک یا دو طلاق تک ہی ہوتا ہے، اگر شوہر تین طلاقیں دیدے تو خواہ متفرق اوقات میں دے یا بیک وقت تین طلاقیں دے اس سے طلاق مغلظہ ہو جاتی ہے، جب شوہر نے شریعت کی دی ہوئی رعایتوں کی پاسداری نہ کی تو اب یہ سزا دی گئی کہ اب دوسرے شوہر سے نکاح اور جماع کئے بغیر پہلے شوہر سے نکاح نہیں ہوسکتا، کیونکہ بیوی کے روپ میں اللہ تعالی نے اسے دنیا کی جو سب سے بڑی نعمت عطا کی تھی، اس کی اس نے صحیح قدر نہیں کی بلکہ اس نعمت کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا ہے، تو اسے اس کے شرعی نتائج بھگتنے ہی ہوں گے، یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص خدا کی نعمت کو حقارت سے ٹھکرائے بھی اور وہ اس سے چمٹا بھی رہے، لہذا اب اس کی سزا یہ ہے کہ اب اس کی بیوی جب تک کسی دوسرے مرد کا منہ نہ دیکھ لے وہ پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوسکتی، اور اس کے لئے بھی عورت کی رضامندی کے علاوہ نئے سرے سے اور نئے مہر کے ساتھ نکاح ضروری ہے اور شریعت کا یہ پورا ضابطہ حکمتوں اور مصلحتوں سے بھرا ہوا ہے۔

انشائیہ نگاری – فن اور روایت

پروفیسر محمد نعمان خاں

انشائیہ، اردو نثر کی جدید اور مقبول صنفِ ادب ہے۔ عربی میں لفظِ انشا کے معنی تخلیق یا تحریر کے ہیں۔ انشائیہ اسی سے مختص ہے جسے اردو میں 'Personal Essay' یا 'Essay', 'Essay''Light کے متبادل کے بطور استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انشائیے کے اصول مغرب سے آئے ہیں لیکن مزاج، تکنیک، معنوی وسعت اور تخلیقی عناصر کے اعتبار سے Essay اور انشائیے میں نمایاں فرق ہے۔ انشائیے کے زاویے اور امکانات لامحدود ہیں۔ تاثرات کی نئی دنیا اور فکر و خیال کے نئے زاویے پیش کرنا انشائیہ نگار کا اصل مقصد ہوتا ہے۔ انشائیہ نگار کسی بھی موضوع پر آزادی کے ساتھ اپنے خیالات قلمبند کرتا ہے اور زندگی کی اشیا یا مظاہر کو نئے تناظر میں تازہ اسلوب کے ساتھ اس طرح پیش کرتا ہے کہ قاری اس سے نہ صرف لطف اندوز ہو، بلکہ اس کا شعور بیدار ہو جائے۔ انشائیے کا بنیادی مقصد لطف اندوزی ہے۔

اردو میں انشائیے کا آغاز کسی تحریک یا مقصد کے تحت نہیں ہوا ہے۔ یہ صنف ذہنی آزادی اور شگفتہ موڈ کی پیداوار ہے۔ جو عنصر انشائیے کو Essay، اخباری کالم، فکاہیہ یا طنزیہ، مزاحیہ یا سنجیدہ مضمون سے ممیّز کرتا ہے وہ اس کا اختصار اور غیر رسمی طریقۂ کار ہے۔ انشائیے میں کسی قسم کے دلائل یا براہین کی ضرورت نہیں ہوتی۔

انشائیہ میں موضوع کے چند پہلوؤں پر ہی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ چنانچہ عدم تکنیک اس کی ایک خوبی ہے۔ یہی وہ عنصر ہے کہ جو اسے غزل کے شعر کے مماثل بنا دیتا ہے۔ اس ضمن میں وزیر آغا لکھتے ہیں:

''ایک انشائیہ اور غزل کے ایک شعر میں گہری مماثلت کا احساس ہوتا ہے۔ غزل کے شعر کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کسی ایک نکتے کو اجاگر تو کیا جاتا ہے، لیکن اس کے تمام تر پہلوؤں کو ناظر کے فکر و ادراک کے لیے نامکمل صورت میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہی حال ایک انشائیے کا ہے کہ اس میں موضوع کے صرف چند ایک پہلوؤں کو پیش کر دیا جاتا ہے اور اس کے بہت سے دوسرے پہلو تشنہ اور نامکمل حالت میں رہ جاتے ہیں۔'' (انشائیہ کے خدوخال ص 11)

ایک اچّھے انشائیے میں اکثر بیان کی دو سطحیں ابھرتی ہیں۔ پہلی سطح پر وہ ہمیں فرحت و انبساط مہیا کرتا ہے اور دوسری سطح پر کوئی ایسی سنجیدہ یا گہری بات اس میں پوشیدہ ہوتی ہے کہ جو اچانک انکشاف کی صورت میں ظاہر ہو کر قاری کو حیرت و بصیرت سے ہم کنار کر دیتی ہے۔ انشائیے میں انشائیہ نگار خارجی عناصر کے بجائے داخلی عناصر یا اپنی ذات کے کسی نامعلوم گوشے کو دلچسپ انداز میں اس طرح پیش کرتا ہے کہ پڑھنے یا سننے والا متاثر ہو کر فرحت بخش تازگی سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔

انشائیہ نگار، قارئین کو زندگی کے ایسے نئے اور انوکھے پہلوؤں سے متعارف کراتا ہے کہ جو ان کی فکر و نظر سے اوجھل ہوتے ہیں۔ انشائیہ نگار کا کام نتیجہ اخذ کرنا، اصلاح کرنا یا مشورے دینا نہیں ہے۔

مذکورہ بالا خصوصیات انشائیے کو دیگر نثری اصناف سے ممیّز کرتی ہیں۔ انشائیے کے لیے کوئی مخصوص ہیئت متعین نہیں ہے۔ اس کا کھلا ڈُلا مزاج اور آزاد روی کے سبب اس کی کوئی واضح تعریف بھی ممکن نہیں ہے لیکن اسے دیگر نثری اصناف سے علاحدہ کرنے نیز اس کی واضح شناخت قائم کرنے کی غرض سے بعض ماہرین نے انشائیے کی تعریف بیان کی ہے۔

سید محمد حسنین اپنی کتاب: ''صنفِ انشائیہ اور انشائیے'' میں لکھتے ہیں:

''انشائیہ، مضمون کی ایک قسم ہے، بہ ظاہر یہ خیال درست ہے۔ پر یہ وہ مضمون نہیں جس میں مراسلے کی خبر و خیریت ملتی ہے یا مقالہ کی فکر انگیز روشنی، جس میں کیفیہ کی رقّت خیزی ہو یا سوانح حیات کے تاریخ وار کارنامے، جس میں روئداد کی خشک کارروائیوں کا ذکر ہو یا روزنامچے کے لخت لخت غیر متعلق بیانات، جس میں خاکے کے رخِ روشن کی تابانی نظر آئے یا رپورتاژ کی تاثراتی تفصیلات، مراسلہ، مقالہ، سوانح حیات، روئداد، خاکہ اور رپورتاژ، مضمون کی مختلف شکلیں ہیں۔ ایسی مخصوص شکلیں جنھیں ہم اصنافِ ادب کا مرتبہ دیتے ہیں، ان مضمون نما شکلوں میں انشائیہ بھی تحریر کی ایک منفرد صورت ہے اور نثری ادب میں اس کا اپنا ایک صنفی مقام ہے۔''

سید محمد حسنین کی مذکورہ بالا تعریف سے یہ بات تو ثابت ہو جاتی ہے کہ انشائیہ ایک منفرد صنفِ ادب ہے لیکن اس کے فنّی خدوخال واضح نہیں ہوتے جو اس کی شناخت کا وسیلہ ہیں۔ اس ضمن میں وزیر آغا سے متعلق درج ذیل تعریف تمام شکوک دور کر دیتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''انشائیہ اس صنفِ نثر کا نام ہے، جس میں انشائیہ نگار اسلوب کی تازہ کاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اشیا یا مظاہر کے مخفی مفاہیم کو کچھ اس طور گرفت میں لیتا ہے کہ انسانی شعور اپنے مدار سے ایک قدم باہر آ کر ایک نئے مدار کو وجود میں لانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔'' (انشائیہ کے خدوخال ص 50)

انشائیے کی مذکورہ بالا تعریف میں تین اہم نکات شامل ہیں (۱) اسلوب کی تازہ کاری کا مظاہرہ یعنی تخلیقی زبان کا استعمال (۲) اشیا یا مظاہر کے مخفی معنی کی تفہیم (۳) انسانی شعور کو بیدار یا متحرک کرنے کا عمل! یہ وہ بنیادی اور لازمی نکات ہیں جن کی شمولیت کے بغیر صنفِ انشائیہ کا تصوّر ممکن نہیں ہے۔

انشائیے کے فنّی حدود، مفہوم، مقتضیات اور امتیازی محاسن متعین کرنے میں اس لیے دشواری پیش آتی رہی ہے کہ بعض ناقدین اور فنکاروں نے طنزیہ، مزاحیہ یا نیم مزاحیہ مضمون، اخباری کالم اور شخصی، سنجیدہ نگارشات کو بھی انشائیے کے زمرے میں شامل کر کے، اس کے صحیح خدوخال کو واضح نہیں ہونے دیا۔ انشائیے کے فن اور روایت کی تفہیم و توضیح سے متعلق بے شمار مضامین اور چند کتب شائع ہو چکی ہیں لیکن آج بھی ایسے ناقدین کی کمی نہیں ہے جو انشائیے کی واضح تعریف تو کرتے ہیں لیکن جب اسکی شناخت کا مرحلہ آتا ہے تو اسے محض طنزیہ، مزاحیہ تحریر سے تعبیر کر کے اس کی اصل پہچان مسخ کر دیتے ہیں۔ طنزیہ، مزاحیہ مضامین، انشائیہ نگاری کے مختلف اسالیب نہیں بلکہ بالکل الگ نوعیت کی تحریریں ہیں۔ انشائیے کے اسالیب میں افسانوی، طنزیہ، مزاحیہ یا فکری انداز اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن کسی مخصوص اسلوب کے باوجود اسے افسانہ یا طنزیہ مزاحیہ یا سنجیدہ مضمون سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا کہ انشائیہ اپنا مخصوص مزاج اور واضح شناخت رکھتا ہے۔

انشائیے میں کہانی کا لطف، سفرنامے کا فکری تحرّک، شعر کی لطافت بھی یکجا ہو سکتی ہے۔ وزیر آغا نے انھیں خصوصیات کے سبب انشائیے کو ایک امتزاجی صنف کا نام دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''انشائیہ محض ان اوصاف کی ''حاصل جمع'' کا نام نہیں ہے، وہ ان سب کو اپنے اندر جذب کر کے خود ایک ایسی اکائی بن کر نمودار ہوتا ہے جس کی انفرادیت ان جملہ اوصاف کی حاصل جمع سے کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے انشائیے کا اپنا اسٹرکچر ہے جو اسٹرکچرنگ کے عمل کو بروئے کار لا کر سدا نئے نئے امکانات کی طرف پیش قدمی کرتا ہے۔'' (انشائیہ کے خدوخال ص 95)

سر سید احمد خاں، شبلی نعمانی، محمد حسین آزاد، میر ناصر دہلوی مہدی افادی، مرزا فرحت اللہ بیگ اور خواجہ حسن نظامی نے مضمون نگاری کے اسی میلان کو سامنے رکھا تھا جو مغرب میں Essay کے نام سے رائج تھا۔ بعض حضرات مذکورہ بالا ادیبوں کو انشائیہ نگار کہنے پر اصرار کرتے رہے ہیں، جبکہ ان کی تحریروں میں شامل نصیحتیں، فلسفیانہ موشگافیاں اور اصلاحی رنگ انھیں انشائیے کے حدود میں داخل نہیں ہونے دیتیں۔ مذکورہ بالا ادیبوں کے مضامین میں نہ تو تخلیقی تازگی کا احساس ہوتا ہے اور نہ ہی شخصیت کی وہ جھلک دکھائی دیتی ہے جسے انشائیے کی صنف کا بنیادی وصف قرار دیا گیا ہے۔

انشائیے کی روایت سے متعلق جب تحقیق کا آغاز ہوا تو اس کا رشتہ سر سید احمد خاں اور ان کے بعض معاصرین سے منسلک کرنے کی سعی کی گئی۔ وزیر آغا نے اس کوشش کو غیر مستحسن قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

''سر سید احمد خاں نے ''ایسے'' کو رائج کرنے کی کوشش ضرور کی تھی مگر وہ انشائیہ یا Light Essay کے مفہوم سے نا آشنا تھے۔ چنانچہ ان کی تحریک کے تحت مضمون نگاری کی اس روش کو فروغ ملا جس کا مقصد یا تو معاشرے کی اصلاح تھا یا پھر کسی سامنے کے موضوع پر جوابِ مضمون لکھنے کی مشق کرانا تھا تا کہ طالب علموں کو اردو زبان کی تحصیل میں آسانی ہو۔'' (انشائیہ کے خدوخال ص 49-48)

عام طور پر پطرس بخاری، کنہیا لال کپور، امتیاز علی تاج، کرشن چندر اور دیگر کئی ادیبوں کو بھی انشائیہ نگار تسلیم کیا جاتا ہے لیکن وزیر آغا انھیں انشائیہ نگار کے بجائے مضمون نگار تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بیسویں صدی کے اردو ادب میں جوابِ مضمون کی جگہ طنزیہ و مزاحیہ مضمون نگاری نے لے لی اور اس سلسلے میں پطرس، امتیاز علی تاج، کرشن چندر، کنہیا لال کپور اور متعدد دوسرے لکھنے والوں نے معرکے کی چیزیں تخلیق کیں، مگر انشائیے سے ان کا کوئی علاقہ نہیں تھا۔'' (انشائیہ کے خدوخال)

عرش صدیقی نے لفظ انشائیہ سے متعلق لکھا ہے:

''انشائیہ کا لفظ ساری Essay Writing پر پھیلا دیا جائے اور اس کے ساتھ سابقے لگا کر 'طنزیہ انشائیے''، 'مزاحیہ انشائیے' اور ''تنقیدی انشائیے'' کی تراکیب وضع کر لی جائیں۔''

انشائیہ اور مضمون دو علاحدہ اصناف ہیں۔ دونوں کے مزاج میں نمایاں فرق ہے۔ اس لیے وزیر آغا عرش صدیقی کی اس رائے کو تسلیم نہیں کرتے، اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں کہ:

''آج تک اس کام کے لیے مضمون کا لفظ بڑی خوش اسلوبی سے استعمال ہو رہا ہے اور ''طنزیہ مضمون''، ''مزاحیہ مضمون''، ''تنقیدی مضمون'' وغیرہ تراکیب بھی مستعمل ہو چکی ہیں تو پھر یکایک مضمون کے بجائے انشائیے کا لفظ استعمال کر کے تراکیب کے ایک نئے سلسلے کو جنم دینے کا کیا جواز ہے؟ انصاف کا تقاضہ یہی ہے کہ لفظ انشائیہ خالص ''ایسے'' کے لیے استعمال ہو اور طنزیہ مزاحیہ تحریروں کے ساتھ حسبِ سابق مضمون کا لفظ وابستہ رہے۔ ویسے بھی چونکہ انشائیہ تخلیقی سطح کی نثر پیش کرتا ہے جو علمی، تنقیدی، مزاحیہ اور طنزیہ نثر سے مزاجاً مختلف ہے لہٰذا لفظ ''انشا'' ہی سے اس کا رشتہ جوڑنا مناسب ہے جو طرزِ تحریر کی تخلیقی سطح کی نشان دہی کرتا ہے۔'' (انشائیہ کے خدوخال ص 33)

اردو میں انشائیہ نگاری کا باقاعدہ آغاز تقریباً 60 برس قبل ہوا۔ تقسیم وطن سے قبل انشائیے کے مختلف عناصر یا اسالیب خطوطِ غالب یا دیگر ادیبوں کی تحریروں میں مل جاتے ہیں لیکن انھیں انشائیہ کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ 1950 اور 1960 کے عرصے میں رسالہ ادبِ لطیف اور دیگر اردو رسائل میں ''پرسنل ایسے''، ''لائٹ ایسے''، ''انشائے لطیف'' اور ''لطیف پارہ'' وغیرہ عنوانات کے تحت مختلف طنزیہ مزاحیہ تحریریں شائع ہوئیں لیکن انھیں بھی لفظ انشائیے سے موسوم نہیں کیا گیا۔

''لائٹ ایسے'' کے لیے ''انشائیہ'' کا لفظ سب سے پہلے سید محمد حسنین نے استعمال کیا تھا لیکن انھوں نے جن لطیف تحریروں کے لیے یہ لفظ استعمال کیا وہ انشائیے کے فن، معیار و مزاج کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتیں۔ لفظ ''انشائیہ'' کی وجہ تسمیہ اور اس کے صحیح استعمال کے متعلق وزیر آغا نے لکھا ہے:

''............ میں چاہتا تھا کہ پرسنل یا لائٹ ایسے کے لیے کوئی نیا اور منفرد نام تجویز کیا جائے۔ انہیں دنوں میں نے بھارت کے کسی رسالے میں انشائیے کا لفظ پڑھا اور یہ مجھے اتنا اچھا لگا کہ میں نے مرزا ادیب صاحب سے جو ان دنوں ''ادبِ لطیف'' کے مدیر تھے، اس نام کو ''پرسنل ایسے'' کے لیے مختص کرنے کی تجویز پیش کر دی جسے انھوں نے فوراً قبول کر لیا .... سو جب ''ادب لطیف'' میں لائٹ یا پرسنل ایسے کی پیشانی پر لفظ انشائیہ درج کر دیا گیا تو گویا پہلی بار انشائیے کے صحیح نمونے کو لفظِ انشائیہ سے نشان زد کیا گیا اور ہر قسم کے طنزیہ، مزاحیہ، سنجیدہ، تنقیدی یا معلوماتی مضامین سے الگ کر دیا گیا۔'' (انشائیہ کے خدوخال ص 85-84)

صنف انشائیہ کو دیگر نثری اصناف سے ممیّز کرنے اور اسے ایک علاحدہ، واضح شناخت عطا کرنے میں سید محمد حسنین، وزیر آغا، انور سدید، میرزا ادیب اور آدم شیخ نے نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔

مذکورہ بالا ادیبوں کی کاوشوں سے اردو انشائیے کو ایک نیا اعتبار حاصل ہوا ہے۔ اس کی مقبولیت سے متاثر ہو کر کئی نئے ادیبوں نے انشائیے لکھنا شروع کیے اور دیکھتے ہی دیکھتے انشائیوں کے کئی مجموعے شائع ہو کر منظرِ عام پر آ گئے۔ اردو رسائل کے علاوہ اسکولوں اور جامعات کے نصابات میں بھی اسے جگہ ملنے لگی اور اس کی شناخت کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔

سجاد حیدر بلدرم، رشید احمد صدیقی، سجاد انصاری، پطرس بخاری، فرقت کاکوروی، مرزا محمود بیگ، کنہیا لال کپور، وزیر آغا، مشتاق احمد یوسفی، احمد جمال پاشا، یوسف ناظم، مجتبیٰ حسین، غلام الثقلین نقوی، رام لعل نابھوی، شفیقہ فرحت، انور سدید، مشتاق قمر کے علاوہ غلام جیلانی اصغر سلیم آغا، محمد منشا یاد، انجم نیازی، کامل القادری، سلمان بٹ، امجد طفیل، یونس بٹ، مسیح انجم، پرویز یداللہ مہدی، راغب شکیب، عظیم اختر، نصرت ظہیر اور خالد محمود وغیرہ اردو کے اہم انشائیہ نگار رہیں۔

اردو انشائیے کے فن، روایت اور سفر ارتقا کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ گذشتہ 65-60 برسوں میں اس صنف نے ترقی کے کئی مراحل اور منازل طے کی ہیں۔ اردو انشائیے کے موضوعات اور اسالیب میں اگرچہ متواتر تبدیلی ہوتی رہی ہے لیکن اس کا مزاج اپنی جگہ برقرار ہے اور یہ صنف اپنی فنّی شناخت قائم رکھتے ہوئے عوام و خواص میں یکساں مقبولیت کی حامل بنی ہوئی ہے۔

غزوۂ اُحد: ایک جائزہ

مولانا ندیم احمد انصاری.........

غزوہ بدر کے شکست خوردہ مشرکین نے سال بھر کے بعد جب کچھ ہوش سنبھالا تو حرارتِ انتقام بڑھنے لگی۔ اس غرض کے لیے تین ہزار نو جوانوں کا لشکر پورے ساز و سامان کے ساتھ مدینے کی طرف بڑھا۔ ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے مشورہ کرنے کے بعد ایک ہزار صحابہ کی جمعیت کے ساتھ مدینے سے باہر تشریف لائے، جن میں عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے تین سو ہم خیال منافقین بھی شامل تھے، مگر یہ سب راستے ہی سے واپس ہو گئے اور اب مسلمانوں کا لشکر صرف سات سو رہ گیا۔ الغرض مقابلے پر پہنچ کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صف آرائی فرمائی۔ اُحد پہاڑ پُشت کی طرف تھا، اس لیے اس سے غنیم کے آنے کا احتمال تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس آدمی پہاڑ پر پہرے کے لیے کھڑے کر دیے اور ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کو فتح ہو یا نہ ہو، مگر تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ لڑائی شروع ہوئی اور دیر تک گھمسان کی لڑائی کے بعد جب فوجیں ہٹیں تو مسلمانوں کا پلّہ بھاری تھا۔ قریش بدحواس ہو کر منتشر ہو گئے۔ مسلمانوں نے مالِ غنیمت جمع کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر یہاں آ گئے جن کو عقب کی جانب پہاڑ پر نگرانی کے لیے مقرر فرمایا گیا تھا۔ اُن کے امیر عبداللہ بن جُبیر رضی اللہ عنہ نے بہت منع کیا، مگر وہ یہ سمجھ کر کہ اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں رہی، ہٹ گئے اور یہاں صرف چند صحابہ رہ گئے۔ یہ دیکھ کر خالد بن ولید نے (جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے اور مشرکین کی طرف سے لڑ رہے تھے) عقب کی جانب سے دفعتاً حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن جبیر اور ان کے باقی ماندہ چند ساتھیوں نے نہایت جاں بازی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا، بالآخر سب شہید ہو گئے۔ اب راستہ صاف ہو گیا تو خالد اپنے دستے کے ساتھ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ اس غزوے میں کفار کے صرف بائیس یا تیئیس آدمی مارے گئے اور مسلمانوں میں سے ستّر آدمی شہید ہوئے۔ (مستفاد از حیاتِ طیبہ)

اس واقعے کا تذکرہ قرآن مجید کی سورہ آلِ عمران میں مفصل موجود ہے، ارشادِ ربانی ہے: اگر تمھیں ایک زخم لگا ہے تو ان لوگوں کو بھی اسی جیسا زخم پہلے لگ چکا ہے۔ یہ تو آتے جاتے دن ہیں، جنھیں ہم لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ اللہ ایمان والوں کو جانچ لے اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہید قرار دے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ (آلِ عمران) اور (جنگ کا) مقصد یہ تھا کہ اللہ ایمان والوں کو میل کچیل سے نکھار کر رکھ دے اور کافروں کو ملیا میٹ کر ڈالے۔ (ایضاً) بھلا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (یوں ہی) جنت کے اندر جا پہنچو گے؟ حالاں کہ ابھی تک اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جانچ کر نہیں دیکھا جو جہاد کریں اور نہ ان کو جانچ کر دیکھا ہے جو ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ (ایضاً) ارشادِ خداوندی ہوا: اور تم تو خود موت کا سامنا کرنے سے پہلے (شہادت کی) موت کی تمنا کیا کرتے تھے، چناں چہ اب تم نے کھلی آنکھوں اسے دیکھ لیا ہے۔ (ایضاً) یعنی جو صحابہ بدر کی شرکت سے محروم رہ گئے تھے، وہ شہدائے بدر کے فضائل سن سن کر تمنا کیا کرتے تھے کہ خدا پھر کوئی موقع لائے تو ہم بھی خدا کی راہ میں مارے جائیں اور شہادت کے مراتب حاصل کریں۔ اِنھی حضرات نے احد میں یہ مشورہ دیا تھا کہ مدینے سے باہر نکل کر لڑنا چاہیے۔ ان کو فرمایا کہ جس چیز کی پہلے تمنا رکھتے تھے وہ تمھاری آنکھوں کے سامنے آ چکی، اب آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہٹنا کیسا؟ (تفسیرِ عثمانی)

ارشادِ خداوندی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک رسول ہی تو ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ بھلا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا انہیں قتل کر دیا جائے تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی الٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور جو شکر گزار بندے ہیں، اللہ ان کو ثواب دے گا۔ (ایضاً) جب غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہوئے اور سر مبارک زخمی ہوا تو اس وقت کسی دشمن نے افواہ پھیلا دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیے گئے۔ جنگ کا پانسہ پلٹنے سے مسلمان پہلے سے اور منتشر ہو رہے تھے، اس خبر سے اور بھی کمر ٹوٹ گئی۔۔۔ اس پریشانی میں اول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر پہچانا اور پکار کر کہا: اے مسلمانو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ، صحیح و سلامت ہیں۔ غرض اس وقت پھر مسلمان جمع ہوئے۔ (دیکھیے بیان القرآن)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ کسی بھی شخص کے اختیار میں نہیں ہے کہ اسے اللہ کے حکم کے بغیر موت آ جائے، جس کا ایک معین وقت پر آنا لکھا ہوا ہے۔ اور جو شخص دنیا کا بدلہ چاہے گا، ہم اسے اس کا حصہ دے دیں گے، اور جو آخرت کا ثواب چاہے گا، ہم اسے اس کا حصہ عطا کر دیں گے۔ اور جو لوگ شکر گزار ہیں، ان کو ہم جلد ہی ان کا اجر عطا کریں گے۔ (ایضاً) اللہ تعالیٰ نے اسلاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: اور کتنے سارے پیغمبر ہیں، جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی! نتیجتاً انھیں اللہ کے راستے میں جو تکلیفیں پہنچیں ان کی وجہ سے نہ انھوں نے ہمت ہاری، نہ وہ کمزور پڑے اور نہ انھوں نے اپنے آپ کو جھکایا۔ اللہ ایسے ثابت قدم لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ (ایضاً) ان کا قول اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ دعا کر رہے تھے: اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو بھی اور ہم سے اپنے کاموں میں جو زیادتی ہوئی ہو، اس کو بھی معاف فرما دے، ہمیں ثابت قدمی عطا کر اور کافر لوگوں کے مقابلے میں ہمیں فتح عطا فرما۔ (ایضاً) تو ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا ثواب بھی عطا فرمایا اور آخرت کے ثواب کا بھی بہت ہی عمدہ حصہ عطا کیا۔ اللہ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ (ایضاً) پھر ارشادِ ربانی ہوا: اے ایمان والو! جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، اگر تم ان کی بات مانو گے تو وہ تمھیں الٹے پاوں (کفر کی طرف) لوٹا دیں گے اور تم پلٹ کر سخت نقصان اٹھاو گے۔ (ایضاً) (یہ لوگ تمھارے خیر خواہ نہیں) بلکہ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہے اور وہ بہترین مددگار ہے۔ (ایضاً:) نیز جن لوگوں نے کفر اپنایا ہے ہم عنقریب ان کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے، کیوں کہ انھوں نے اللہ کی خدائی میں ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے، جن کے بارے میں اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ ظالموں کا بدترین ٹھکانا ہے۔ (ایضاً)

اس کے بعد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یقیناً اس وقت اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا، جب تم دشمنوں کو اسی کے حکم سے قتل کر رہے تھے، یہاں تک کہ جب تم نے کمزوری دکھائی اور حکم کے بارے میں باہم اختلاف کیا اور جب اللہ نے تمھاری پسندیدہ چیز تمہیں دکھائی تو تم نے (اپنے امیر کا) کہنا نہیں مانا، تم میں سے کچھ لوگ وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے، اور کچھ وہ تھے جو آخرت چاہتے تھے۔ پھر اللہ نے ان سے تمھارا رخ پھیر دیا، تاکہ تمھیں آزمائے۔ البتہ اب وہ تمھیں معاف کر چکا ہے، اور اللہ مومنوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔ (ایضاً) یہ ظاہر ہے کہ غزوہ احد میں بعض صحابہ کرام کی رائے کی غلطی ہوئی تھی، مگر اس پر عتاب اور تنبیہات کے اندر بھی صحابہ کرام کے ساتھ حق جل شانہ کی عنایات قابلِ دید ہیں۔ اول تو لیبتلیکم فرما کر یہ ظاہر فرما دیا کہ عارضی شکست کی جو صورت پیش آئی، یہ بہ طور سزا کے نہیں، بلکہ آزمائش ہے۔ پھر صاف لفظوں میں خطا کی معافی کا اعلان فرما دیا: **ولقد عفا عنکم**. آیاتِ مذکورہ میں ارشاد ہوا کہ اس وقت صحابہ کرام کے دو گروہ ہو گئے تھے: بعض دنیا چاہتے تھے، بعض صرف آخرت کے طلب گار تھے۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ جن حضرات کے متعلق طالبِ دنیا ہونے کا ذکر ہے، یہ ان کے کسی عمل کی بنا پر ہے، ظاہر ہے کہ مالِ غنیمت جمع کرنے کے ارادے کو طلبِ دنیا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اب غور کرو کہ اگر یہ حضرات اپنے مورچے پر جمے رہتے اور مالِ غنیمت جمع کرنے میں شریک نہ ہوتے تو کیا ان کے حصہ غنیمت میں کوئی کمی آ جاتی؟ ... ظاہر ہے کہ ان کا یہ عمل خالص طلبِ دنیا تو ہو نہیں سکتا، بلکہ مجاہدین کے کام میں شرکت ہے۔ ہاں! طبعی طور پر اس وقت مالِ غنیمت کا خیال دل میں آ جانا مستبعد نہیں، مگر حق تعالیٰ اپنے رسول کے ساتھیوں کے قلوب کو اس سے بھی پاک وصاف دیکھنا چاہتے ہیں کہ مال کا تصرف ہی کیوں آئے، اس لیے اس تصرف کو طلبِ دنیا سے تعبیر کر کے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ (دیکھیے معارف القرآن) اس کے بعد خدا کا فیصلہ ان الفاظ میں آیا کہ تم میں سے جن لوگوں نے اس دن پیٹھ پھیری، جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے، درحقیقت ان کے بعض اعمال کے نتیجے میں شیطان نے ان کو لغزش میں مبتلا کر دیا تھا اور یقین رکھو کہ اللہ نے انھیں معاف کر دیا ہے۔ یقیناً اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا بردبار ہے۔ (ایضاً)

ادھر متوجہ ہوں!

مدرسہ معین الغرباء ناصری گنج ضلع روہتاس(بہار)

مدرسہ ہٰذا ایک قدیم مشہور و معروف تعلیمی ادارہ ہے، اس ادارہ میں صدر مدرس کے لئے ایک ذی استعداد و باوقار عالم دین کی ضرورت ہے، حسب لیاقت معقول تنخواہ دی جائے گی، شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور یا دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فارغ التحصیل ہوں (۲) کم از کم پانچ سالہ تدریسی تجربات ہوں (۳) کتابی و علمی قابلیت کے ساتھ ساتھ تقریری صلاحیت کے بھی مالک ہوں (۴) عالم، حافظ و قاری کے ساتھ ساتھ مفتی بھی ہوں تو بہتر ہے، انہیں ترجیح دی جائے گی۔

صدر مجلس منتظمہ مدرسہ ھٰذا

9162014198

سکریٹری: 6203411626/7654009858

ADMISSION OPEN

DARUL ULOOM SONIHAR

Vill+P.o-Sonihar,Distt-Khagaria(Bihar)848201 EMAIL:darululoomsonihar@gmail.com

Course-0 :	PLAY COURSE(Duration-1Year)
Course-1 :	QAIDA COURSE+BASIC SCHOOL(Duration-1Year)
Course-2 :	NAAZRA COURSE+SCHOOL(UP TO CLASS 5) (Duration-1Year)
Course-3 :	HIFZ COURSE+SCHOOL (UPTOCLASS 8) (Duration-3Years)
Course-4 :	DAURA-E-QURAN COURSE (Duratin-1Year)
Course-5 :	COMPETETION SPECIAL COURSE (UP TO CLASS 10) (Duration-2Years)
Course-6 :	COMPUTER COURSE (Duration-3Years)
Founder :	Qari Abu Jafar Rahmani Sb & Maulana Abu Saud Qasmi Sb

یہاں دارالاقامہ کے ساتھ طعام کا عمدہ نظم ہے نیز چوبیس گھنٹے ماہر اساتذہ کی نگرانی میں حفظ قرآن مجید کے ساتھ عصری علوم کی تعلیم ہوتی ہے، داخلہ کے خواہش مند طلبہ 9631640584/7033784709 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

دوستی کیجئے تو نبھائیے

سمیع اللہ ملک

دوستی، اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا انعام اوراس کی خاص رحمت اور خاص نعمت ہے،اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ محبت سونا ہے اور دوستی کندن، یعنی خالص سونا... ہرطرح کی ملاوٹ اور میل کچیل سے پاک...آزمائش کی بھٹی سے بار بار گزر کر آیا ہوا سونا، آزمائش کا تصور دوستی کے حوالے سے بنیادی اہمیت کا حامل ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ آزمائش کے بغیر دوستی محض ایک تصور ہے،صرف ایک قیاس ہے،ایک آدھ بار آزمائش سے گزری ہوئی دوستی، دوستی کو چکھ لینے کے مترادف ہے،البتہ بار بار کی آزمائشوں سے گزری ہوئی دوستی حقیقی اور ٹھوس دوستی ہے،ایسی دوستی جس کے لئے جان دیتے ہوئے بھی آدمی کو محسوس ہو کہ ہم نے دوست کیلئے کیا ہی کیا ہے؟

تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ سب سے اچھے دوست انبیا ومرسلین کوفراہم ہوئے ہیں،اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی دوستی اللہ کے لئے تھی، اللہ کے تعلق کی برکت ہی ہے کہ رائی پہاڑ بن جاتی ہے، ذرہ آفتاب ہوجاتا ہے، پھر تعلق میں انسان کا پورا وجود شامل ہوجاتا ہے اور انسان میں ایک ایسی فداکاری پیدا ہوجاتی ہے کہ زندگی کائناتی رقص کا حصہ بن جاتی ہے۔

انبیاء ومرسلین میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے اصحاب یا جیسے دوست فراہم ہوئے اس کی مثال نہیں ملتی،اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت تھی، روایات میں اس محبت کے اظہار سے منسلک ایسے ایسے واقعات بیان ہوئے ہیں کہ ان کو پڑھنے اور سننے سے دل زندہ اور روح تابندہ ہوجاتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، چلتے چلتے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کبھی دائیں جانب آجاتے کبھی بائیں جانب، کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلنے لگتے کبھی پیچھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا کچھ خوف محسوس کر رہے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ بات نہیں، معاملہ یہ ہے کہ جب مجھے خیال آتا ہے کہ دشمن دائیں جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور نہ ہوجائے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب آجاتا ہوں، جب مجھے خیال آتا ہے کہ کہیں دشمن بائیں جانب سے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان نہ پہنچادے تو میں بائیں جانب آجاتا ہوں، غور کیا جائے تو یہ شمع کے گرد پروانے کے طواف کا منظر ہے اور اس میں ایسی وارفتگی ہے کہ جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کوئی شریک نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ ثور میں قیام فرمایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے خود غار میں گئے کہ کہیں کوئی موذی جانور غار میں موجود نہ ہو، غار ثور میں کئی ایسے سوراخ تھے، جن میں سانپ اور بچھو ہوسکتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں اہتمام سے پر کیا اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کو کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھکے ہوئے تھے، اس لئے تھوڑی دیر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ غار میں ایک سوراخ بند ہونے سے رہ گیا ہے تو اسے اپنے پاؤں سے بند کر دیا، لیکن اس میں بچھو تھا جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ڈنک مارنا شروع کر دیا، لیکن انہوں نے اس خیال سے جنبش نہ کی کہ کہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ نہ کھل جائے۔ تاہم درد کی شدت اتنی بڑھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے، ان میں سے چند آنسو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر گرے تو آپ کی آنکھ کھل گئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس محبت نے انہیں یہ مقام عطا کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کے احسان کا بدلہ میں نے نہ چکا دیا ہو، مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے احسان کا بدلہ اللہ ہی چکا سکتا ہے۔

عیسائیت کی تاریخ کی عظیم شخصیتوں سینٹ آگسٹین یا سینٹ تھامس ایکویناس میں سے کسی ایک کا واقعہ ہے کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ گھر کی بالائی منزل میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے کچھ دوستوں نے دریچے میں جا کر اچانک کہا: وہ سامنے دیکھو اڑنے والا گھوڑا، سینٹ آگسٹین یا سینٹ تھامس ایکویناس یہ سنتے ہی دریچے میں پہنچا، دوست یہ دیکھ کر ہنسنے لگی، کہنے لگی: تم نے کیسے یقین کیا؟ اڑنے والے گھوڑے کا کوئی وجود ہی نہیں سینٹ آگسٹین یا سینٹ تھامس نے جواب دیا: اڑنے والے گھوڑے کی موجودگی پر یقین کرنا آسان ہے، البتہ دوستوں کی بات پر اعتبار نہ کرنا بہت دشوار ہے۔

عام زندگی میں بھی دوستی کا تجربہ غیر معمولی ہوسکتا ہے، بالخصوص بچپن اور نوجوانی کی دوستیاں عجیب ہوتی ہیں، ان میں ایک طلسم کی کیفیت ہوتی ہے، ہمیں یاد ہے کہ بچپن اور نوجوانی کے دور میں ہمارے کئی دوست ایسے تھے کہ وہ اگر رات دو بجے ہمیں نیند سے بیدار کر کے کہتے کہ اسی وقت فلاں جگہ جانا ہے اور وہاں موجود کنویں میں چھلانگ لگا دینی ہے تو ہم ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر ان کے ساتھ چل دیتے اور کنویں میں چھلانگ لگا کر پوچھتے: اب بتاؤ کرنا کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ یک طرفہ تعلق نہیں تھا، ہم اپنے دوستوں سے کنویں میں چھلانگ لگانے کو کہتے تو وہ بھی یہی کرتے، یہاں سوال یہ ہے کہ دوستی کی قوت اور اس کے حسن وجمال کا سرچشمہ کہاں ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ دوستی کی طاقت اور اس کا حسن وجمال دوستی کی مساوات میں پایا جاتا ہے، انسان کے قریب ترین رشتے اس کے خاندان میں ہوتے ہیں، لیکن خاندان میں کوئی چھوٹا اور کوئی بڑا ہوتا ہے، لیکن دوستی میں کوئی چھوٹا اور بڑا نہیں ہوتا، سب برابر ہوتے ہیں۔

دوستی میں کوئی امیر، غریب نہیں ہوتا، سب مساوی ہوتے ہیں، دوستی میں کوئی عالم اور جاہل نہیں ہوتا، سب یکساں ہوتے ہیں، دوستی کی روح، دوستی کا جذبہ دوستی کا احساس بلند وپست کے ہر فرق کو مٹا دیتا ہے۔ اس صورت حال سے دوستی میں ایک ایسی برجستگی پیدا ہوجاتی ہے جو تعلق کو کبھی پرانا نہیں ہونے دیتی، گھریلو رشتوں میں فی زمانہ دوستی پیدا کرنا دشوار ہوتا جا رہا ہے، لیکن جہاں ان رشتوں میں دوستی کا عنصر در آتا ہے، ان کا تصنع رفع ہوجاتا ہے، اس لئے کہ دوستی تصنع کی دشمن ہے، دوستی کا کمال یہ ہے کہ وہ رشتوں کے بدلے بغیر انہیں خوب صورت بناتی ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ دوستی کبھی مشروط نہیں ہوتی، دوستی کے ان کمالات کی وجہ سے دوستی میں انسانی شخصیات کی نمو کے جتنے امکانات ہوتے ہیں اتنے امکانات کسی اور تعلق میں نہیں ہوتے، یہ بات اکثر لوگوں کو شعوری طور پر معلوم نہیں ہوتی، مگر دوستی کا تجربہ انہیں اس احساس سے ہم کنار رکھتا ہے کہ ان کی شخصیت مسلسل نمو پا رہی ہے۔

دوستی کی ایک اور بڑی طاقت اس کی ابلاغی اہلیت ہے، انسانی تعلق کا ایک بنیادی راز یہ ہے کہ انسانی تعلق کی خرابی ایک اعتبار سے ابلاغ کے نظام کی خرابی سے رونما ہوتی ہے، افراد کے درمیان ابلاغ کا نظام درست طور پر کام کرتا ہے تو تعلق کی خرابی پر قابو پایا جاسکتا ہے، اس کو مردہ ہونے سے بچایا جاسکتا ہے، اسے تروتازہ رکھا جاسکتا ہے، دوستی کا کمال یہ ہے کہ وہ دوستوں کے درمیان ابلاغ کے نظام کو سنبھالے رکھتی ہے۔

دوست کسی مصنوعی پن کا شکار ہوئے بغیر آزادی کے ساتھ اپنا مافی الضمیر بیان کرتے رہتے ہیں، جس سے دوستی کو ضروری آکسیجن مہیا ہوتی رہتی ہے، اس تناظر میں دیکھا جائے تو دوستی ایک دوسرے کے وجود کو تسلیم کر کے زندگی کو مشترکہ طور پر برتنے اور جینے کا دوسرا نام ہے، یہاں سوال یہ ہے کہ فی زمانہ دوستی کی صورت حال کی ابتری کی کیا وجہ ہے؟

ٹشے کا ایک فقرہ معرکہ آرا ہے، اس نے کہا ہے: Live Dangerously اس کا ایک بامحاورہ ترجمہ یہ ہے کہ خطرات سے کھیلتے ہوئے زندگی گزارو، اس کا دوسرا بامحاورہ اور نسبتاً آزاد ترجمہ یہ ہے کہ تحفظات کے بغیر زندہ رہنے کی کوشش کرو، بچپن اور جوانی کا حسن یہ ہے کہ اس دور میں انسان کے مفادات نہیں ہوتے، اس لئے وہ تحفظات کے بغیر زندگی بسر کرتا ہے، لیکن جیسے جیسے انسان بڑا ہوتا جاتا ہے، اس کے مفادات اس کا اصل مسئلہ بنتے چلے جاتے ہیں، وہ اپنی سماجیات سے محبت کرنے لگتا ہے، اسے اپنی معاشیات سے عشق ہوجاتا ہے، ان چیزوں کی محبت اسے کسی سے دوستی کے لائق نہیں رہنے دیتی، ہمارے عہد کا المیہ یہ ہے کہ اس نے بڑوں کو کیا نوجوانوں اور بچوں تک کو سماجی اور معاشی مفادات یا تحفظات کا شکار کر دیا ہے، اس صورت حال نے ہمارے لئے دوسرے کو اہم نہیں رہنے دیا، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اب ہم دوسرے کے وجود کو تسلیم کرنے پر بھی تیار نہیں ہوتے، سماجیات اور معاشیات کے عشق نے ہمیں اپنے لئے کافی کر دیا ہے، ایسے ماحول میں دوستی نہ پیدا ہوسکتی ہے، نہ فروغ پاسکتی ہے اور نہ حسن وجمال کی حامل ہوسکتی ہے، بس! اس کا فقط یہی حل ہے کہ اللہ ہی کیلئے دوستی کی جائے اور اللہ کے لئے ہی دشمنی کی جائے۔ رہے نام میرے رب کا کہ وہ جس کا دوست بن جائے تو اسے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا!

معاملہ نمبر ۱۴۴۳/۳۰۷۸/۵۰ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مظفرپور)

منور برجیس بنت ڈاکٹر صبغت اللہ حمیدی، مقام حمیدی کمپلیکس، چھوٹی کلیانی امرسینما روڈ، مٹھن پورہ، ڈاکخانہ رمنا، ضلع مظفرپور۔ فریق اول

بنام

محمد رحمت اللہ ولد محمد امان اللہ، مقام چھوٹی بلیا، لکھمنیاں، نزد پرانی مسجد، ڈاکخانہ لکھمنیاں، ضلع بیگوسرائے۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ (فریق دوم) کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مظفرپور میں ۱۲/سال سے غائب ولاپتہ ہونے اور نان ونفقہ وحقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنا پر فسخ نکاح کا معاملہ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۷/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۲/دسمبر ۲۰۲۲ء روز جمعرات کو آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

ہفتۂ رفتہ

محمد اظہار

ہر روز ایک سیب کھانا صحت کے لیے مفید

نئی تحقیق کے مطابق روزانہ ایک سیب کھانے سے دل کی بیماریوں کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ سیب میں موجود فائبر اور وٹامنز جسم کو توانائی فراہم کرتے ہیں۔

Volume:62/72,Issue:46R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

کچھ اور بڑھ گیے ہیں اندھیرے تو کیا ہوا
مایوس تو نہیں ہیں طلوع سحر سے ہم (ساحرلدھیانوی)

قطر؛ عالم اسلامی کی امیدوں کا مرکز

مفتی عبداللہ ممتاز قاسمی سیتامڑھی

تقریباتیس لاکھ کی آبادی پر مشتمل قطر؛ خلیج میں واقع عالم عرب کا ایک مشہورترین ملک ہے جو فی کس آمدنی کے اعتبار سے پوری دنیا میں نمبرایک پر ہے اوران دنوں فیفا عالمی کپ کی وجہ سے سرخیوں میں ہے۔

1916ء میں یہ خلافت عثمانیہ سے ٹوٹ کر برطانیہ کا اتحادی بن گیا تھا اور پھر 1971ء میں برطانیہ سے بھی آزادی حاصل کرلی، 1950ء کی دہائی تک قطر کی حالت بھی دیگر عرب ممالک جیسی؛ بلکہ ان سے بدترتھی، دوسری جنگ عظیم کے بعد تیل نکلنا شروع ہوا اور حالت بہتر ہونے لگی۔ 1971ء قطر کے لیے ٹرننگ پوائنٹ ہے کہ اسی سال برطانوی سامراج سے آزادی ملی اور اُسی سال قدرتی گیس کی دریافت ہوئی، روس اور ایران کے بعد، پوری دنیا میں سب سے زیادہ قدرتی گیس کا ذخیرہ قطر کے پاس ہے۔

1995ء تک خلیفہ بن حمد الثانی قطر کے امیر تھے، وہ سعودی کی روش پر تیل اور گیس کے ذخائر کے سہارے ملک کی تعمیر وترقی میں لگے ہوے تھے؛ لیکن ان کے بیٹے حمد بن خلیفہ الثانی کو یہ پسند نہ تھا، اس نے سمجھ لیا تھا کہ تیل اور گیس ختم ہونے والا ذخیرہ ہے، ملک کو اس کے بھروسے پر نہیں چھوڑا جاسکتا؛ چنانچہ اورنگ زیب کی تاریخ کو دہراتے ہوے اس نے اپنے باپ کا تختہ پلٹا اور امیر قطر بن گئے، تجزیہ نگاروں کے مطابق قطر کی پوری چمک دمک اور تعمیر وترقی کا پورا کریڈٹ اسی حمد بن خلیفہ کو جاتا ہے، اس نے تیل سے آنے والی آمدنی کو عیاشی کا ذریعہ بنانے کے بجائے دنیا بھر میں انویسٹ کرنا شروع کیا، برطانیہ، امریکہ، کینیڈا اور سنگاپور جیسے امیر ترین ممالک میں انویسٹ کیا اور اس طرح قطر کی آمدنی دوگنی تگنی ہوتی چلی گئی، آج بھی قطر دنیا کے چند بڑے انویسٹروں میں سے ایک ہے، خلیفہ حمد نے میڈیا کی اہمیت کو اسی وقت سمجھ لیا تھا، اس لیے 1996ء میں ہی دنیا کا عظیم ترین نیوز نیٹ ورک ''الجزیرہ'' قائم کیا۔

یوں تو ترقی عرب امارات اور سعودی نے بھی کچھ کم نہیں کی ہے، ان کی بھی اپنی پالیسیاں ہیں؛ لیکن گزشتہ دو دہائی میں جس طرح قطر نے غیرت اسلامی اور فراست ایمانی کا ثبوت دیا ہے، مسلمانوں میں اس کی قدر واہمیت بڑھتی چلی گئی ہے، افغانستان سے مکمل امریکی انخلاء کا معاہدہ اسی قطر کی ثالثی میں، قطر کی راجدھانی دوحہ میں انجام پایا تھا۔ جب دنیا بھر کی نظروں میں طالبان ایک دہشت گرد گروپ تھا اور امریکہ اور ناٹو افواج افغانستان میں طالبان سے برسر پیکار تھے، تب 2013ء میں قطر نے اپنی راجدھانی دوحہ میں طالبان کو اپنی آفس کھولنے کی اجازت دی جو تا حال قائم ہے، طالبانی حکومت کے قیام کے بعد سب سے پہلے قطر نے طالبان کو سپورٹ کیا، مصر میں اخوان المسلمین کی ناکہ بندی کی گئی تو قطر نے اخوان کو سپورٹ کیا اور مہاجر اخوانیوں کو قطر میں پناہ دی، جن میں ایک عظیم نام علامہ یوسف القرضاوی کا بھی شامل ہے جن کی وفات کو ابھی ایک ماہ بھی نہیں ہوئے ہیں، 2012ء میں دو فلسطینی مزاحمتی گروہوں، حماس اور حرکۃ التحریر کے درمیان ثالث بن کر صلح کرائی، 2008ء میں یمنی حکومت اور حوثی باغیوں کے درمیان صلح کرائی، 2011ء میں سوڈانی حکومت اور باغی گروپوں کے درمیان مصالحت کرائی، اسی سال لبنان کے متحارب گروپوں کے درمیان اپنی ثالثی میں مصالحت کرائی جس کے بعد لبنان میں "متحدہ حکومت" قائم ہوئی۔

کوریا کے بعد قطر پہلا ایشائی ملک ہے جسے فیفا (FIFA) کی میزبانی کا موقع ملا ہے، اس نے اس خوبصورت موقع کو اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے لیے ہاتھ سے جانے نہیں دیا، تمام مخالفتوں کے باوجود شراب اور عریانیت کی اجازت نہیں دی، آنے والے زائرین کے لیے اسلام کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع فراہم کیا، دنیا میں شاید قطر پہلا ایسا ملک ہوگا جس نے ناظرین کو بہترین عطر، عود اور ڈرائی فروٹس جیسے قیمتی تحفے سے نوازا، ورلڈ کپ کا آغاز رقص وسرور کی محفل جما کر کرنے کے بجائے قرآن کریم کی تلاوت سے کی، گراؤنڈ کے اندر نماز کی ادائیگی کے لیے کئی مقامات مختص کیے، فٹ بال گراؤنڈ سے قریب کئی مساجد کو اسلامی نمائش گاہ (Islamic exhibition) میں تبدیل کردیا تا کہ لوگ بسہولت اسلام کو دیکھ اور سمجھ سکیں، ہوٹلوں میں کیو آر کوڈ کے ذریعہ اسلامی معلومات فراہم کیے گئے اور جگہ جگہ دعوتی مراکز بنائے گئے، داعیوں کی ایک بڑی فہرست ہے جن میں ایک بڑا نام ڈاکٹر ذاکر نائک کا بھی ہے، جن کے بیانات پر یوروپ، برطانیہ، ہندوستان، بنگلہ دیش اور سری لنکا پر پابندی عائد ہوچکی ہے، انھیں عام لوگوں سے ملنے اور خطاب کا موقع مل رہا ہے۔

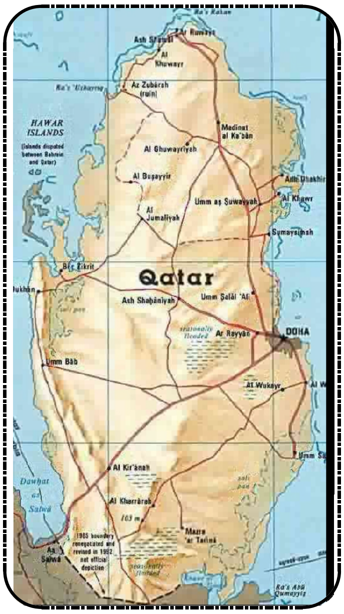

ابھرتی ہوئی بڑی معیشتوں میں ایک بڑا نام متحدہ عرب امارات کا ہے جو اسرائیل کے سامنے گھٹنے ٹیک چکا ہے، سال گزشتہ ہی اسرائیل سے اپنے سفارتی تعلقات کا بھی آغاز کرلیا، بزنس ڈیل اور کئی پروجیکٹس معاہدے بھی کیے؛ لیکن وہیں قطر نہ صرف فلسطینی وجود کو مانتا ہے؛ بلکہ بہ بانگ دہل اسرائیل کے وجود کو ناجائز بھی بتاتا ہے؛ چناں چہ اپنے یہاں زائرین کی فہرست ممالک میں اسرائیل کا نام شامل کرنے کے بجائے، فلسطین کا نام شامل کیا کہ اگر اسرائیلی آنا بھی چاہیں تو انھیں فلسطینی بن کر آنا ہوگا۔

ایل جی بی ٹی کیو کے پرچار پرسار پر سخت بندش لگادی ہے اور صاف اعلان کیا ہے کہ یہ ہماری تہذیب وثقافت کے خلاف ہے، ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے؛ بلکہ "یہ ایک دماغی مرض ہے" جس کا علاج کیا جانا چاہیے؛ لیکن تب بھی اگر کسی کو شوق ہے تو وہ اپنے گھر پر رہیں، ایل جی بی ٹی کیو کے علامتی نشان کے ساتھ آنے والے طیارے کو قطر ائیر پورٹ پر قیام کی اجازت نہیں دی۔

قطر؛ مادی وسائل سے مالا مال، ایک چھوٹا سا ملک ہے، اس کے لیے اتنے جوکھم کل بھی آسان نہیں تھے اور آج بھی نہیں ہوں گے، قطر کا اپنے پڑوسی ممالک سعودی عربیہ اور عرب امارات سے معاہدہ تھا، کھانے پینے کی اسی فیصد اشیاء دودھ، دہی، گھی، گوشت، سبزی وغیرہ ان ہی ممالک سے درآمد کیا کرتا تھا، 2017ء میں سعودی، عرب امارات اور مصر نے اسی کا فائدہ اٹھاتے ہوے، دہشت گردی کے لیے فنڈنگ کا الزام لگا کر قطر پر بندش لگادی، بہرحال سخت حالات تھے، ترکی اور ایران جیسے ممالک نے سپورٹ کیا اور ان حالات سے باہر نکل آئے، اب اشیاء خوردنی میں بھی دوسروں پر انحصار کو بہت محدود کرچکا ہے، فیفا عالمی کپ میں جس طرح وہ اسلامی مظاہرے کر رہا ہے، ہوسکتا ہے اس کے بعد بھی اسے کئی مشکلات کا سامنا ہو، اللہ تعالی عالم اسلام کی حفاظت فرمائے (آمین)

قطر کے شاہی خاندان؛ خود کو بنوتمیم کی نسل سے بتاتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوتمیم کے لیے بشارت دی ہوئی ہے کہ دجال کے لیے میری امت میں بنوتمیم سب سے سخت (ثابت قدم) لوگ ہوں گے۔

''مازلت احب بنی تمیم منذ ثلاث سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول فيهم سمعته يقول:هم اشد امتی على الدجال''(بخاری)

اگر واقعتاً ان کا نسب بنوتمیم سے ملتا ہے تو کیا بعید ہے کہ اس حدیث کے مصداق یہی لوگ ہوں اور آئندہ جب دجال کا فتنہ زوروں پر ہوگا تو ملت اسلامیہ کیلئے اور بھی مفید ثابت ہوں گے اور دجال کے لیے سخت ترین واقع ہوں گے۔

☆اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔ **رابطہ اور واٹس اَپ نمبر 9576507798**
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ **www.imaratshariah.com** پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔(**محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب**)